جلد ۱ دسمبر ۱۹۶۰ء شمارہ ۲

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اٰلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جلد ۱	۵ دسمبر سنہ ۱۹۶۰ء	نمبر ۲

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے ✤ فی پرچہ:- آٹھ آنے

فہرست مضامین

طابع و ناشر: محمد ابراہیم ٭ مطبوعہ: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی

ربوہ

ادا ریہ

اجتماع کا رُوح پرور ماحول

انصار اللہ کا سالانہ اجتماع دُعاؤں، ذکرِ الٰہی، اور انابت الی اللہ کے جس رُوح پرور ماحول اور تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کی جن مخصوص روایات کے ساتھ منعقد ہُوا کرتا ہے امسال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس ماحول کی وسعت اور اُن روایات کی اثر انگیزی گزشتہ تمام اجتماعوں سے فزوں تر تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ خدائی وعدوں کے عین مطابق مسیحِ پاک علیہ السلام کے متوالوں میں ایمان و یقین، ذوق و شوق اور ولولۂ عشق اُس ذاتِ والا و برتر ہستی کے مخفی تصرّفات کے تحت فزوں تر ہوتا جا رہا ہے اور انشاء اللہ آئیندہ بھی ہوتا چلا جائے گا۔

اجتماع کی کامیابی کا اندازہ نہ صرف یہ کہ اِس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انصار امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ تمام سالوں کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں اجتماع کی برکات سے متمتع ہوئے۔ بلکہ یہ امر بھی اجتماع کی کامیابی پر دال ہے کہ ہر چند کہ امسال اجتماع دو دن کی بجائے تین دن جاری رہا پھر بھی اس کے اختتام پر ہر دل اسی خواہش کا آئینہ دار تھا کہ دُعاؤں، ذکرِ الٰہی، اور انابت الی اللہ کا یہ رُوح پرور ماحول اور رُوحانی کیف و سرور کی یہ مسحور کن کیفیت اسی طرح جاری رہے اور اس کے ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ اگرچہ فی الاصل اس کے ختم ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اجتماع کا اختتام اگلے سال پھر انعقاد پذیر ہونے کے لئے ہی عمل میں لایا جاتا ہے تاہم پھر بھی دل یہ نہیں چاہتا تھا کہ روحانی کیف و سرور کی اس مسحور کن کیفیت میں ایک سال تو بڑی بات ہے ایک ہفتہ یا ایک دن کا وقفہ بھی پڑے یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے، ایک ایسی حقیقت کہ لذّت آشنا دل ہی جس کی گواہی دے سکتے ہیں اور اُس وقت تک دیتے چلے جائیں گے جب تک کہ اگلا اجتماع روحانی نعمتوں کے اسی خوانِ یغما کو ان کے لئے پھر عام نہ کر دے۔ بھلا وہ دل جنہوں نے نالہ ہائے نیم شبی کے دوران آسمان سے فرشتوں کے نزول کو خود محسوس کیا ہو، اپنے آپکو سکینت و اطمینان سے مالا مال ہوتے دیکھا ہو، اور روح کو فرطِ انبساط میں وجد آفریں اہتزاز کی کیفیت میں پایا ہو، وہ کیوں نہ اس حقیقت پر گواہی دیں اور کیوں اس پر مہرِ تصدیق ثبت نہ کریں۔ بھلا جہاں صبح سے شام تک، اور پھر شام سے نصف شب تک اور پھر نیند کے مختصر وقفہ کے سوا نصف شب سے صبح تک مسلسل ذکرِ الٰہی بلند ہوتا رہا ہو، ہونٹ مالکِ حقیقی کی ستائش میں جنبش کرتے رہے ہوں، آنکھیں دیدارِ الٰہی کی تڑپ میں آنسو

بہاتی رہی ہوں، اور دل آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہو کر سوز و گداز کی کیفیت سے بہرہ اندوز ہوتے رہے ہوں، وہاں کے ذرہ ذرہ میں اگر جذب و تاثیر کا یہ عالم دیکھنے میں آئے کہ دل سیر ہونے میں نہ آئیں اور بے اختیار اُن سے ھل من مزید کی صدا بلند ہونے لگے تو تعجب بے محل ہے۔

اجتماع کا آغاز ۲۸ اکتوبر کو دفتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے احاطہ میں خوبصورت شامیانوں سے تیار کردہ وسیع و عریض پنڈال میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے رُوح پرور اور ولولہ انگیز خطاب سے ہوا۔ یہ خطاب اِس درجہ پُردرد، پُرسوز اور اثر انگیز تھا کہ اس کا لفظ لفظ دلوں میں اُترتا چلا گیا۔ اس سے ایمان کو ایک نئی تازگی، یقین کو ایک نئی پختگی، قلوب کو ایک نئی جلا اور ذہنوں کو ایک نئی بصیرت حاصل ہوئی۔ اجتماع کے اِس پُراثر افتتاح کے بعد ۳۰ اکتوبر کے ۱۲ بجے دوپہر تک نمازوں اور کھانے وغیرہ کے درمیانی وقفوں کو چھوڑ کر مختلف اوقات میں آٹھ اجلاس منعقد ہوئے۔ اِن آٹھ اجلاسوں میں آٹھ مرتبہ تلاوتِ قرآن مجید کے علاوہ قرآن مجید کے چھ ۶ درس، اسی طرح احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار چار ۴ درس یعنی کُل چودہ ۱۴ درس ہوئے جو حقائق و معارف اور علوم ظاہری و باطنی کا خزینہ تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا کہ اِن درسوں میں جس پر ایمان افروز پیرایہ میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو اور کوئی دل ایسا نہ تھا جو حسبِ استطاعت اس کے نتیجہ میں آسمانی نور سے منور نہ ہوا ہو۔ علی الخصوص ۲۸ تا ۳۰ اکتوبر کی دو درمیانی راتیں جذب و تاثیر کا ایک شاہکار تھیں جبکہ دو تہائی حصۂ رات گزرنے کے بعد چار بجے علی الصبح خاص التزام کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کی گئی اور دُنیا میں غلبۂ اسلام اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ کی صحتِ کاملہ و عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے انتہائی درد اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں مانگی گئیں۔ سجدوں میں کی جانے والی دعائیں اثر و جذب میں ڈوبا ہوا ایک ایسا منظر پیش کر رہی تھیں جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر صادق آتا تھا ؎

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر ⁂ خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

پھر دونوں روز نمازِ تہجد اور نمازِ فجر کے بعد علی الصبح ذکرِ حبیب علیہ السلام کی جو مجلسیں منعقد ہوئیں وہ جذب و تاثیر اور روحانی کیف و سرور کے لحاظ سے ایک خاص شان کی حامل تھیں۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، حضرت مرزا برکت علی صاحب، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت مولوی عبدالواحد صاحب میرٹھی نے عشقِ الٰہی، عشقِ رسولؐ اور عشقِ مسیح موعودؑ سے سرشار ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے چشم دید واقعات سے متعلق اپنی نہایت ایمان افروز روایات ایک خاص جذبے کے ساتھ سُنائیں۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اور حضرت

قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل بوجہ ناسازیٔ طبع تشریف نہ لا سکے تھے اس لئے اُن کی تحریر کردہ روایات پڑھ کر سُنائی گئیں۔ اسی طرح حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب مدظلہ العالی اور حضرت حافظ سید مختار احمدؓ صاحب شاہجہانپوری اور حضرت خدا بخش صاحب مومنؓ کی روایات کے ریکارڈ خود انہی کی آواز میں سُنائے گئے۔ خوش بخت اصحاب مسیح موعودؑ کی ایمان افروز روایات سُن کر سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ بھی علیٰ قدرِ مراتب عشقِ الٰہی، عشقِ رسولؐ اور عشقِ مسیح موعودؑ کی لگن سے سرشار ہو کر فرطِ مسرت میں جھوم اُٹھے۔ نمازِ تہجد اور نمازِ فجر میں آہ و زاری اور پھر معاً بعد خود صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی زبانی حضور علیہ السلام کے معمولات اور رُوح پرور مجالس کے تذکارِ مقدس اور ان کا اثر وجذب میں ڈوبا ہوا بیان وہ رنگ لایا کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ کثافتیں دُور ہو رہی ہیں، سینے دُھل رہے ہیں، اور روحانی انبساط تحلیل ہو ہو کر رگ و پے میں سرایت کر رہا ہے۔ بالغرض تزکیۂ نفوس اور تطہیرِ قلوب کا یہ ایک ایسا منظر تھا جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

ذکرِ حبیب علیہ السلام کی اِن ہر دو مخصوص مجالس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی اور مخلص صحابی حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ نے بھی جنہیں حضور علیہ السلام کے ۳۱۳ اصحابِ کبار میں شمولیت کا شرف حاصل ہے ایک علیحدہ اجلاس میں اپنی ایمان افروز روایات بیان کر کے کیف و سرور کا وہ سامان بہم پہنچایا کہ جس سے ہر دل تڑپ اُٹھا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ ہم خود اسی مبارک دَور میں سے گزر رہے ہیں اور اُن روح پرور مجالس میں شرفِ باریابی سے بہرہ اندوز و فائز المرام ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض قدیمی، مخلص اور جلیل القدر صحابہؓ کی سیرۃ پر بھی دو نہایت ایمان افروز تقاریر ہوئیں جو جذب و تاثیر کی کیفیت کو اَور بھی زیادہ بڑھانے اور اس میں اضافہ کا موجب بنیں۔ پھر اہم علمی اور تربیتی موضوعات (خدا تعالیٰ کو پانے کا طریق، انابت الی اللہ کا مفہوم، قبولیتِ دعا کی ذاتی مثالیں، حضرت رسول کریمؐ سے حضرت مسیح موعودؑ کی بے پایاں محبت، تربیتِ اولاد کی اہمیت) پر صحابہ حضرت مسیح موعودؑ اور علماءِ سلسلہ نے مختلف اوقات میں حاضرین سے خطاب فرمایا جو بہت ازدیادِ علم اور ازدیادِ ایمان کا باعث بنا۔ سوال و جواب کا نہایت مفید، دلچسپ، اور مسحور کن سلسلہ اس پر مستزاد تھا جس کے تحت انصار نے بعض دینی اور علمی سوالات استفسار کے رنگ میں پیش کئے جن کے علماءِ سلسلہ نے اُسی وقت نہایت عالمانہ رنگ میں جواب دے کر تعلیم و تدریس کا فریضہ نہایت ہی احسن اور بالشان طریق پر ادا کیا اور اس طرح انصار کو اپنے علمی ذوق کی تسکین کا نادر موقعہ میسر آیا۔

اجتماع کے سب سے زیادہ مسحور کن اور کیف آور و کیف پرور لمحات وہ تھے کہ جب آخری اجلاس میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے تحریک جدید کے نئے سال کے آغاز سے متعلق سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا وہ رُوح پرور پیغام پڑھ کر سُنایا جو حضور ایدہ اللہ نے خاص

انصار کے نام ارسال فرمایا تھا۔ یوں تو محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اجتماع کے متعدد اجلاسوں نیز سوال و جواب کی مجلس کے دوران صدارت کے فرائض سر انجام دیتے ہوئے انصار سے بارہا خطاب فرمایا اور انہیں بیش بہا نصائح اور ہدایات سے نوازا لیکن حضور ایدہ اللہ کا پیغام سنانے سے قبل آپ نے تحریک جدید کی اہمیت پر جو معرکۃ الآرا تقریر ارشاد فرمائی اور حضور ایدہ اللہ کی قیادت اور رہنمائی میں زمین کے کناروں تک تبلیغ اسلام کی وسعت اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے عظیم الشان انقلاب کی اہمیت کو جس ولولہ انگیز پیرائے میں واضح فرمایا اور دلوں کو ہلا کر روحوں کو بیدار کرنے والے جس جذبہ و جوش کے ساتھ احمدی مجاہدین اسلام کے محیر العقول کارناموں پر روشنی ڈالی اس کی یاد دلوں سے کبھی محو نہیں ہو سکتی۔ تقریر کیا تھی زور خطابت کا ایک شاہکار تھی، جذب و اثر کا ایک مرقع تھی، قربانی و ایثار کے جذبے کو ابھارنے کا ایک انتہائی مؤثر ذریعہ تھی۔ سچ یہ ہے کہ وہ ایک آسمانی قرنا تھی جو اِس زور اور شان سے پھونکی گئی کہ قلوبِ انسانی کی اقلیم اور اس کے در و دیوار لرز اُٹھے، خفتہ سے خفتہ دل بھی بیدار ہوئے بغیر نہ رہے، انسان تو انسان ماحول کا ذرہ ذرہ ایک نئی زندگی سے معمور ہو کر متحرک نظر آنے لگا۔

بشاشت، انشراح، اور کیف و سرور نیز قربانی و ایثار اور جوش عمل کے اِس نادر ماحول میں محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے جب نہایت پُرجوش و پُرشوکت لہجہ کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا زندگی بخش و رُوح پرور پیغام پڑھا جو تحریک جدید کے نئے سال کے واسطے مالی قربانی کے مطالبہ پر مشتمل تھا تو سامعین کی حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کے پُرزور خطاب کے نتیجے میں زندگی کی جو لہر پیدا ہوئی تھی وہ یم بے کراں کی صورت میں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی دکھائی دینے لگی اور سامعین چندہ تحریک جدید کے نئے سال کے وعدے لکھوانے کے لئے یوں بے تاب نظر آنے لگے کہ گویا وہ اذنِ عام کے منتظر ہیں یعنی یہ کہ اجتماع میں ہی وعدے پیش کرنے کی اجازت مل جائے۔ اگر اُس وقت اِس کی اجازت دیدی جاتی تو ایک دوسرے پر سبقت لے جانیکا وہ پُرکیف منظر دیکھنے میں آتا جو اپنی مثال آپ ہوتا، وعدوں ہی کی بھرمار نہ ہوتی بلکہ اسٹیج پر نوٹوں اور نقدی کے انبار لگ جاتے اور انہیں سنبھالنا اور اسم وار محسوب کرنا مشکل ہو جاتا۔ بہرحال یہ بات مقصود نہ تھی اور نہ پروگرام میں اس کے لئے کوئی گنجائش ہی موجود تھی اس لئے آخری اجلاس کی بقیہ کارروائی حسب پروگرام جاری رہی، ہر چند کہ روح پرور دینی نظموں اور مختلف درسوں اور تقریروں کا سلسلہ جاری تھا تاہم احباب ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے انتہائی قابلِ رشک و قابلِ قدر جذبے سے کام لیتے ہوئے چھوٹے چھوٹے رقعوں پر اپنے وعدوں کی رقوم لکھ لکھ کر اسٹیج پر مکرم وکیل المال صاحب کو برابر پہنچا رہے تھے۔ کیسے پُرکیف تھے وہ لمحات جن میں احباب کو محترم صدر صاحب مجلس مرکزیہ کے ایسے ایمان افروز خطاب اور حضور ایدہ اللہ کے جاں بخش و رُوح پرور پیغام سے مستفید ہونے کا موقع ملا! اور کیسا پُرلطف تھا وہ منظر جو وعدہ جات کے رقعے اوّلین فرصت میں وکیل المال صاحب

تک پہنچانے کی خاموش دوڑ دھوپ کے ضمن میں دیکھنے میں آیا! اور کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ احباب جنہیں ایسے مقدس ترین لمحات اور ان کی گوناگوں روحانی کیفیات میں سے گزرنے اور ان سے بے حساب طور پر فیضیاب ہو کر فائز المرام ہونیکا انمول موقع نصیب ہوا ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　٭　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

اجتماع کی بقیہ کارروائی کے آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس مرکزیہ کا حسب معمول اختتامی خطاب بھی ایک خاص شان کا حامل تھا جس میں آپ نے حصولِ قربِ الٰہی کی اہمیت پر نہایت عمدہ پیرائے میں روشنی ڈالی۔ بعدہٗ آپ نے ایک پُرسوز اجتماعی دعا کے بعد چھٹے سالانہ اجتماع کی کارروائی مکمل ہونے کا اعلان فرمایا اور احباب کو اپنے اپنے گھر واپس جانے کی اجازت دی۔

الغرض انصار اللہ کا اجتماع دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے ایک ایسے رُوح پرور ماحول میں منعقد ہوا اور اوّل سے آخر تک فضا میں ایک ایسا روحانی کیف چھایا رہا اور طبیعتوں میں ایک نئے آسمان کے نیچے اور ایک نئی زمین پر زندگی بسر کرنے کا احساس اِس قدر غالب رہا اور ہر آن روحانی کیف و سرور کے ایسے جُرعے پینے کی سعادت نصیب ہوتی رہی کہ جن کی صحیح کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بلا مبالغہ یہی تاثر ہر اُس شخص کا ہے جسے امسال اجتماع کی برکات سے بہرہ اندوز ہونے کی سعادت ملی۔ چنانچہ بہت سے احباب نے اجتماع سے واپس جانے کے بعد خطوط کے ذریعے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے جن میں سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ایسے خطوط کے بعض اقتباسات ذیل میں درج ہیں:-

(۱) محترم جناب سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امورِ خارجہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ تحریر فرماتے ہیں:-

"تین دن اکثر تقریروں کے دوران ایک ایسا روحانی سماں بندھا رہا کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہماری روحوں سے مخاطب ہیں۔ لاہور میں بھی بعض دوستوں نے میرے اِس تاثر کی تصدیق کی اور بتایا کہ دوسرے دوستوں نے بھی بعینہٖ اِسی کیفیت کا اظہار کیا ہے۔ ایک صاحب نے تو یہ تجویز پیش کی کہ ایسے اجتماع سال میں چار دفعہ منعقد ہونے چاہئیں تا پژمردہ دل زندہ ہو ہو جائیں اور زنگ دُھل دُھل کر دلوں کے آئینے صیقل ہوتے رہیں۔"

(۲) مکرم قریشی عبد الرحمٰن صاحب ناظم مجالس انصار اللہ نیر پور ڈویژن سکھر سے تحریر فرماتے ہیں:-

"اجتماع میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا خالصتہً ایک روحانی ماحول میں ہوں اور روحانی ہستیوں کی پاک صحبت سے مستفید ہو رہا ہوں۔ الغرض تمام وقت ایسا روحانی سرور حاصل ہوتا رہا جسے الفاظ میں

بیان کرنا مشکل ہے۔"

(۳) مکرم جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب صدر جماعت احمدیہ حلقہ دہلی گیٹ لاہور اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"بلاشبہ ہمارا یہ اجتماع دنیوی آلائشوں کو صاف کر کے روحانی حسن کو نکھارنے کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبشر پوتے کو کام کرنے والی لمبی زندگی عطا فرمائے جن کے وجود اور رہنمائی کی برکت سے ایسا روح پرور اجتماع منعقد ہوتا ہے۔"

(۴) مکرم جناب میر الٰہ بخش صاحب تسنیم ٹوںڈی راہوالی ضلع گوجرانوالہ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"زندگی میں ایسے ایام بہت قابلِ قدر ہوتے ہیں کہ جن میں انسان دنیوی افکار سے فارغ ہو کر کمال درجہ اشتیاق کے ساتھ روحانی نعمتوں سے لذت اندوز ہو سکے۔ اجتماع انصار اللہ کے ایام بلاشبہ اسی قسم کے مبارک ایام میں سے تھے۔ اجتماع کیا تھا ایک روحانی مائدہ تھا جس سے ہر شخص حسبِ استعداد متمتع ہوا۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رُوح پرور حالات اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے چشم دید واقعات کا تذکرہ خود حضور علیہ السلام کے صحابہ کی زبان سے ایک ایسی نعمتِ غیر مترقبہ کا درجہ رکھتا تھا کہ جس کی لذت ہمیشہ اپنا اثر دکھاتی رہے گی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا ہم خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں جا موجود ہوئے ہیں اور حضور علیہ السلام کو اپنے احباب کے درمیان چلتا پھرتا دیکھ رہے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اجتماع کی برکات سے ہمیشہ ہی متمتع ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے اور ہماری زندگیوں میں وہ روحانی انقلاب اپنی پوری شان کے ساتھ رونما ہو جو ان اجتماعوں کا اصل مقصود ہے۔ اے خدا تُو ایسا ہی کر کہ تُو غفور الرحیم اور ارحم الراحمین ہے۔

کلماتِ طیّبات سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ تمہیں ایک ایسی جماعت بنانا چاہتا ہے کہ تم دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو

سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مختلف مواقع پر جو بیش بہا نصائح فرمائیں اور جو حضور علیہ السلام کی قوّتِ قدسی کے نتیجے میں اُن کے تزکیۂ نفوس اور تطہیرِ قلوب کا موجب بنیں اور انہیں فی الحقیقت ایک نئی روحانی پیدائش نصیب ہوئی، وہ ہمارے لئے حرزِ جان بنانے کے قابل ہیں۔ اگر ہم انہیں گوشِ ہوش سے سُنیں اور اُن کے لفظ لفظ پر غور کریں تو یہ ہمیں بھی اسی روحانی انقلاب سے ہمکنار کر سکتی ہیں جو آپ کے قدسی صفات صحابہ کی زندگیوں میں برپا ہوا۔ انہی نصائح کا ایک بیش قیمت اقتباس ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ خدا ہمیں ان پر غور کرنے اور اپنے مقام کو سمجھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اسی میں ہماری اور کل جہان کی حیات کا راز مضمر ہے۔　　(ادارہ)

"میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سُنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مُریدی کا رکھتے ہیں۔ اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں۔ اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی اُن کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنجوقتہ نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں۔ اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر

ان کے وجود میں نہ رہے۔ .... اور تمام انسانوں کی ہمدردی اُن کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلافِ حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو اُن کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے ...... یا حقوقِ عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلقِ بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دُور کرو۔ اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔ اور چاہیئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہیئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو۔ اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔

یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتدا سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں۔ اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے اسلئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو۔ اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔ اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آئے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو۔ ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا دے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا۔ کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔ اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکیگا۔

چاہیئے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بَری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزّہ ہوں۔

اور تمہارے اندر بجز راستی اور ہمدردیٔ خلائق کے اور کچھ نہ ہو۔ میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلیٰ نمونہ دکھائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں۔ یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے۔ یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جاوے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔

ابھی میں نے چند ایسے آدمیوں کی شکایت سُنی تھی کہ وہ پنجوقت نمازیں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اور بعض ایسے تھے کہ ان کی مجلسوں میں ٹھٹھے اور ہنسی اور حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا۔ اور بعض کی نسبت شک کیا گیا تھا کہ وہ پرہیزگاری کے پاک اصول پر قائم نہیں ہیں اسلئے میں نے بلا توقف اُن سب کو یہاں سے نکال دیا ہے کہ تا دوسروں کے ٹھوکر کھانے کا موجب نہ ہوں۔ اگرچہ شرعی طور پر ان پر کچھ ثابت نہ ہوا لیکن اس کارروائی کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ شکی طور پر اُن کی نسبت شکایت ہوتی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راستبازی میں ایک روشن نمونہ دکھاتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص ان کے حق میں بول سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت ان لوگوں میں سے نہ تھے جنہوں نے راستبازی کی تلاش میں ہماری ہمسایگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے طیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانونِ قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں اُن کے دل خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ لوگوں کے لئے ظاہر کریں گے۔"

(اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کے لئے ایک ضروری اشتہار۔ رقم فرمودہ ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء)

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نَصِيحَةٌ مِّنْ نَصَائِحِ إِمَامِ الزَّمَانِ

(امام الزمانؑ کی نصائح میں سے ایک نصیحت)

"أَطِعْ رَبَّكَ الْجَبَّارَ أَهْلَ الْأَوَامِرِ

اپنے رب کی جو جبّار اور صاحب احکام ہے اطاعت کر

وَخَفْ قَهْرَهُ وَاتْرُكْ طَرِيقَ التَّجَاسُرِ

اور اس کے قہر سے ڈر اور بے جا دلیری کی روش چھوڑ دے

وَكَيْفَ عَلَى نَارِ النَّهَابِرِ تَصْبِرُ

اور تُو مصائب کی آگ پر کیسے صبر کرے گا ؟

وَأَنْتَ تَأَذَّي عِنْدَ حَرِّ الْهَوَاجِرِ

حالانکہ دوپہر کی تمازت بھی تجھ کو تکلیف میں ڈالتی ہے

وَحُبُّ الْهَوَى وَاللّٰهِ صِلٌّ مُدَمِّرٌ

خدا کی قسم! ھواءِ نفس کی محبّت ایک ہلاک کر دینے والا سانپ ہے

كَمَلْمَسِ أَفْعَى نَاعِمٌ فِي النَّوَاظِرِ

جو دیکھنے میں سانپ کی جلد کی طرح ملائم و صاف نظر آتی ہے

فَلَا تَخْتَرُوا الطَّغْوٰی فَاِنَّ اِلٰھَنَا

پس تم سرکشی اور حد سے تجاوز مت اختیار کرو کیونکہ ہمارا خدا

غَیُوْرٌ عَلٰی حُرُمَاتِہٖ غَیْرُ قَاصِرٖ

اپنی مقرر کردہ حدود کیلئے از حد غیرت مند ہے اور مجرموں کو پکڑنے سے قاصر نہیں

وَلَا تَقْعُدَنْ یَا ابْنَ الْکِرَامِ بِمُفْسِدٍ

اور اے نیکوں کی اولاد تُو کسی مفسد کے پاس مت بیٹھ!

فَتَرْجِعُ مِنْ حُبِّ الشَّرِیْرِ کَخَاسِرٖ

ورنہ شریر سے محبت کر کے تُو بھی نقصان اٹھائے گا

وَلَا تَحْسَبَنْ ذَنْبًا صَغِیْرًا کَھَیِّنٍ

اور تُو کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی معمولی مت خیال کر

فَاِنَّ وِدَادَ اللَّمَمِ اِحْدَی الْکَبَائِرٖ

کیونکہ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے محبت رکھنا بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے

وَآخِرُ نُصْحِیْ تَوْبَۃً ثُمَّ تَوْبَۃً

اور میری آخری نصیحت یہ ہے کہ توبہ کرو توبہ کرو!

وَمَوْتُ الْفَتٰی خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ مَّنَاکِرٖ"

کہ ایک نوجوان آدمی کا مرجانا اسکی اپنی ذات کیلئے منکرات و معاصی کے ارتکاب سے بہتر ہے

(انجام آتھم ۔ ۲۲؍ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۷)

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عاشقِ صادق کی دُعا اور اس کا اثر

ہر آں کارے کہ گردد از دُعائے محوِ جانانے　　نہ شمشیرے کند آں کار نے بادے نہ بارانے

خدا تعالیٰ میں محو ہو کر جو دُعا مانگی جائے کام بنانے میں اس کی تاثیر کا مقابلہ نہ تلوار کر سکتی ہے، نہ ہوا، اور نہ بارش

عجب دارد اثر دستے کہ دستے عاشقش باشد　　بگرداند جہانے را زبہرِ کارِ گریانے

دعا کیلئے اُٹھے ہوئے عاشقِ صادق کے ہاتھ میں عجب تاثیر ہوتی ہے خدا اس آنسو بہانے والے کا کام بنانے کیلئے ایک جہان کو پلٹ کر رکھ دیتا ہے

اگر جنبد لبِ مردے زبہرِ آنکہ سرگرداں　　خدا از آسماں پیدا کند ہر نوعِ سامانے

اس مردِ حق پرست کے ہونٹ ہلنے کی دیر ہوتی ہے کہ خدا اُس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر جس کے لئے وہ سرگرداں ہے آسمان سے ہر طرح کے سامان پیدا کر دیتا ہے

زکار افتادہ را بر کار مے آرد خدا زیں رہ　　ہمیں باشد دلیلِ آنکہ ہست از خلق پنہانے

خدا اس طریق (دعا) سے ایک ناکارہ آدمی کا کام بنا دیتا ہے اور یہی ثبوت ہے اس قادرِ مطلق کے موجود ہونیکا جو انسانوں کی آنکھ سے پوشیدہ ہے

مگر باید کہ باشد طالب او صابر و صادق　　نہ بیند روزِ نومیدی وفادار از دل و جانے

شرط یہ ہے کہ خدا کا طالب صابر و صادق ہو کیونکہ دل و جان سے وفاداری کا دم بھرنے والا نامرادی و ناکامی کا دن نہیں دیکھتا ؛

(اخبار الحکم ۶/۱۳ / اگست ۱۸۹۸ء)

ہمارے جلسۂ سالانہ کی عظمت و اہمیت

اِس اللّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کرنیوالوں کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی

پُر سوز دُعائیں

آؤ اور دیوانہ وار آؤ اور اِن دُعاؤں کی برکات سے سیر ہو کر فیض حاصل کرو

جلسۂ سالانہ کے مبارک ایام قریب آ رہے ہیں یعنی وہ زماں اور وہ روز گار پھر ہماری طرف دوڑا چلا آ رہا ہے کہ جب ہمیں آسمانی برکتوں اور سعادتوں سے اپنی جھولیاں بھرنے، رضائے الٰہی کے حصول کے سلسلہ میں اپنی دلی مُرادیں پانے اور اپنے دلوں کو روحانی کیف و سرور سے ہمکنار کرنے کے بے حساب مواقع میسّر ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی خواہش تھی کہ وہ تمام احباب جو حضورؑ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں بار بار اور بکثرت مرکز میں آ کر رہیں اور اُن برکات سے مستفید ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے چنانچہ آپ کے صحابہ بکثرت قادیان آتے اور آپ کی صحبت میں رہ کر روحانی فیوض سے متمتع ہوتے تھے لیکن پھر بھی تمام لوگوں کیلئے دور و دراز کے علاقوں سے بار بار آنا ممکن نہیں ہوتا اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاص مشیّت اور ارادے کے تحت سال میں تین دن ایسے مقرر فرمائے کہ جن میں احباب مرد و زن، چھوٹے بڑے سب مرکزِ سلسلہ میں حاضر ہو کر جلسہ میں شریک ہوں اور ان ایّام کو محض لِلّٰہ ربّانی باتوں کے سُننے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے میں بسر کریں۔ تا اُن میں سے ضعف اور کسل دُور ہو، یقینِ کامل پیدا ہو کر ذوق و شوق اور ولولۂ عشق کی کیفیت ترقی کرے اور انہیں بنیانِ مرصوص کی کیفیت میں ڈھال دے۔

اس آسمانی جلسہ میں احباب کی بکثرت شمولیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اتنی تڑپ تھی اور اس بارہ میں حضورؑ کے اندر اتنا جوش پایا جاتا تھا کہ حضورؑ نے احباب پر زور دیا کہ وہ یہ عہد کریں کہ وہ آئندہ زندگی میں اِس لِلّٰہی جلسہ میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کے لئے بدل و جان بختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں گے۔ یہی نہیں بلکہ حضورؑ نے یہ بھی فرمایا کہ کم مقدرت احباب سارا سال جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور تدبیر اور قناعت شعاری سے

کام لیتے ہوئے تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ پس انداز کرتے چلے جائیں تا ایسا نہ ہو کہ وہ تنگدستی کی وجہ سے شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہ جائیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ حضور نے ان تمام احباب کے لئے جو سال بہ سال اِس الٰہی جلسہ میں شمولیت کے لئے سفر اختیار کریں اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت درد و سوز اور دلی تڑپ کے ساتھ دعائیں کیں وہ دعائیں اس قدر جامع ہیں کہ اگر انسان پورے خلوص نیت کے ساتھ 'بدل و جان' اور بجتہ عزم سے جلسہ میں شمولیت اختیار کرکے اپنے آپکو حضور علیہ السلام کی ان دعاؤں کا وارث اور اہل بنا لے تو وہ عنداللہ و عندالناس دین و دنیا میں فائز المرام کہلا سکتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے دل میں یہ تڑپ کہ احباب جماعت زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک جلسہ ہوں اسی لئے تھی کہ یہ جلسہ اللہ تعالےٰ کے اِذن سے اِس غرض سے مقرر کیا گیا تھا کہ دُور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ جو بار بار مرکز میں آکر روحانی نعمتوں اور تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کے نادر مواقع سے متمتع نہیں ہوسکتے وہ اِن تین دنوں میں ہی روحانی خزائن سے اپنی جھولیوں کو بھر کر اس کمی کی تلافی کر لیں۔ سو چونکہ یہ تین دن پورے سال کے قائم مقام تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اوّل دن سے ہی ان میں برکت بھی وہ رکھ دی کہ جس سے واقعی سال بھر تک مرکز سے دُوری کی سب تلافی ہوسکے اسی لئے حضور نہیں چاہتے تھے کہ کم مقدرت احباب اِس عظیم الشان برکت و سعادت سے محروم رہ جائیں یہی وجہ تھی آپ نے روزانہ یا ماہ بماہ اخراجاتِ سفر کے لئے پس انداز کرنے کی تلقین فرمائی' اسی لئے حضور نے جلسہ میں شمولیت اختیار کرنے والوں کے لئے وہ دعائیں کیں کہ جنہیں پڑھ کر آج بھی انسان پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

پس احباب کو چاہیئے کہ وہ جلسۂ سالانہ میں شمولیت کے لئے آئیں اور دیوانہ وار آئیں اور اپنی جھولیوں کو آسمانی رحمتوں اور فضلوں اور برکتوں سے بھر کر اور مالامال ہو کر واپس لوٹیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان پُرسوز و پُردرد اور جامع و مانع دُعاؤں کے وارث بنیں جو قیامت تک اِس جلسہ میں سال بہ سال شامل ہونے والوں کے لئے حضور پہلے ہی فرما گئے ہیں —— ذیل میں ہم جلسۂ سالانہ کی عظمت و اہمیت کے متعلق حضور علیہ السلام کے بعض اہم ارشادات اور حضور کی وہ خصوصی دُعائیں جن کا ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے حضور ہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں تا احباب انہیں بغور پڑھ کر جلسۂ سالانہ کی اہمیت کو سمجھیں اور معمولی معمولی حرجوں اور تکالیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جلسہ میں شمولیت کی سعادت سے ضرور بہرہ مند ہوں۔

حضور علیہ السّلام کے ارشادات

"تمام مخلصین داخلینِ سلسلۂ بیعت اِس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہوجائے

جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقینِ کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدمِ موانعِ قویّہ تاریخِ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسے میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخِ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتۂ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسے میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہِ حضرت عزّت جلّشانہ کوشش کی جائے گی۔ اور اس روحانی جلسے میں اور بھی کئی

روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسے میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایۂ سفر میسر آ جاوے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہو گا جو صاحب احباب میں سے اِس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع و الطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آ جائیں جن میں سفر کرنا اپنی حدِ اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور اب جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا اس جلسہ پر جس قدر احباب محض لِلّٰہ تکلیفِ سفر اٹھا کر حاضر ہوئے خدا اُن کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر ایک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین"۔

(آسمانی فیصلہ صفحات ۲۵ تا ۲۶)

(۲) "اِس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقاتِ اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے اِس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحقِ رحم۔ کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالےٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت اِن سب کو اس طرف کھینچ لائے گی خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پروا نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو

ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرّر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں، یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کی تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ اُن میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالفِ قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالیٰ اِس اُمتِ وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا، وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی، وہی ہدایت جو ابتداء سے صدّیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا، ضرور یہی ہوگا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجرِ عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہمّ و غم دُور فرماوے اور اُن کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے۔ اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثمّ آمین"۔

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

انصار پر بہت بڑی ذمہ داری ہے

وہ عمر کے آخری حصہ میں سے گزر رہے ہیں!

مجالسِ انصار اللہ کے اراکین کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زرّیں ہدایات

"انصار اللہ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں سے گزر رہے ہیں اور یہ آخری حصہ وہ ہوتا ہے جب انسان دُنیا کو چھوڑ کر اگلے جہان جانے کی فکر میں ہوتا ہے اور جب کوئی انسان اگلے جہان جا رہا ہو تو اُس وقت اُسے اپنے حساب کی صفائی کا بہت زیادہ خیال ہوتا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ ایسی حالت میں دنیا سے کُوچ نہ کر جائے کہ اس کا حساب گندہ ہو، اس کے اعمال خراب ہوں اور اس کے پاس وہ زادِ راہ نہ ہو جو اگلے جہان میں کام آنے والا ہے۔ جب احمدیت کی غرض یہی ہے کہ بندے اور خدا کا تعلق درست ہو جائے تو ایسی عمر میں اور عمر کے ایسے حصہ میں اس کا جس قدر احساس ایک مومن کو ہونا چاہیئے وہ کسی شخص سے مخفی نہیں ہو سکتا۔ نوجوان تو یہ خیال بھی کر سکتے ہیں کہ اگر ہم سے خدمتِ خلق میں کوتاہی ہوئی تو انصار اللہ اِس کام کو ٹھیک کر لیں گے، مگر انصار اللہ کس پر انحصار کر سکتے ہیں۔ وہ اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے، وہ اگر دین کی محبت اپنے نفوس میں اور پھر تمام دنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے، وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اوّلین مقصد قرار نہ دیں گے، اور وہ اگر اس حقیقت سے اغماض کریں گے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے، تو انصار اللہ کی عمر کے بعد اَور کون سی عمر ہے جس میں وہ یہ کام کریں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء مطبوعہ الفضل ۷ نومبر ۱۹۴۳ء)

"مَیں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اِن ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ہماری مدد فرمائے اور ہمیں ایسی توفیق عطا فرمائے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے ذاتی فرائض کو ادا کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کو بھی اٹھانے اور ان کو بیدار کرنے کا باعث ہو تاکہ ہم خدا تعالیٰ کے سامنے بیدار اور ہوشیار سپاہیوں کی صورت میں پیش ہوں، مُردار اور بیکار لوگوں کی صورت میں پیش نہ ہوں۔"

(ایضاً)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

قیادتِ اصلاح و ارشاد مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ نے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض روایات کو نہ صرف یہ کہ ان کے اپنے الفاظ بلکہ ان کی اپنی آواز میں ریکارڈ کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ ریکارڈنگ مشین کے ذریعہ اب تک حضور علیہ السلام کے ۴۶ صحابہ کی چیدہ چیدہ روایات ان کی اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کی جا چکی ہیں اور مزید روایات اسی طریق پر محفوظ کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

ذیل کا بیش قیمت مختصر نوٹ لفظاً لفظاً اُس روایت پر مشتمل ہے جو قیادتِ اصلاح و ارشاد کی درخواست پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی" کے زیرِ عنوان انصار اللہ کے چھٹے سالانہ اجتماع سے ایک روز قبل ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو تین بجے سہ پہر اپنے مکان پر ریکارڈ کروائی۔ اس کا ٹیپ ریکارڈ قیادت مذکور کے پاس محفوظ ہے ——————— (ا ح ا ر ۵)

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت بھی جمالی تھی اسلئے آپ کے اخلاق میں جمالی اوصاف یعنی عفو اور محبت اور شفقت اور تحمّل اور بردباری اور غربا پروری اور مہمان نوازی کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ میں اس جگہ آپ کی صفتِ مہمان نوازی کے متعلق ایک مختصر سی بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ صفت آپ میں اتنی نمایاں تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر وقت مہمانوں کی آمد کے لئے چشم براہ رہتے ہیں اور جب بھی کوئی مہمان آتا تھا خواہ وہ غریب ہو یا امیر آپ کے دل کی کلی شگفتہ ہو کر پھول کی طرح کھل جاتی تھی اور آپ اس کے آنے پر ہر رنگ میں دلی خوشی کا اظہار کرنے، اور ہر ممکن طریق سے آنے والے مہمان کو آرام پہنچانے کی فکر میں لگ جاتے تھے۔

شروع شروع میں آپ اکثر اوقات اپنے مکان کے مردانہ حصے میں مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے اور یہ مجلس یوں نظر آتی تھی کہ جیسے ایک شفیق اور بے تکلّف باپ اپنے بچّوں کے درمیان بیٹھا ہے۔ اور ایسے موقعہ پر علمی اور دینی مذاکرے کے علاوہ عام قسم کی باتیں اور بعض اوقات معصوم خوش طبعی کی باتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ آپ اپنے دوستوں کی باتیں سُنتے تھے اور انہیں اپنی باتیں سُناتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ اِس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ

کوئی مہمان بھوکا نہ رہے اور دستر خوان کی ہر چیز ہر شخص کے سامنے پہنچ جائے۔ اور چونکہ آپ بہت کم کھانا کھاتے تھے اسلئے بسا اوقات آپ شکم سیر ہونے کے بعد بھی روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے توڑ کر وقفہ وقفہ سے مُنہ میں ڈالتے رہتے تھے تاکہ کوئی مہمان آپ کو فارغ دیکھ کر شرم کی وجہ سے کھانے سے ہاتھ نہ کھینچ لے۔ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ نے دستر خوان پر نظر دوڑا کر اچار کا نام لیا اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوراً کھانا چھوڑ کر اُٹھے اور اندرونِ خانہ جا کر اچار لے آئے اور حضرت مولوی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔

آپ کا یہ بھی طریق تھا کہ شہتوت وغیرہ کے موسم میں مہمانوں کو ساتھ لے کر اپنے باغ میں تشریف لے جاتے اور شہتوت اُتروا کر مہمانوں کے سامنے رکھوا دیتے اور پھر مہمانوں کے ساتھ مل کر خود بھی کھاتے اور مہمانوں کو بھی کھلاتے اور ساتھ ساتھ ہر قسم کی گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ ایسے موقعوں پر بے تکلفی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بسا اوقات آپ نیچی چارپائی پر بیٹھے ہوتے تھے اور مہمان اونچی چارپائی پر جگہ پاتے تھے۔ یا آپ پائنتی کی طرف بیٹھے ہوتے تھے اور مہمان سرہانے کی طرف ہوتے تھے یا آپ ننگی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور مہمانوں کے نیچے کھیس یا چادر والی چارپائی ہوتی تھی حتّٰی کہ بعض اوقات ایک اجنبی شخص کے لئے یہ جاننا مشکل ہو جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کون ہیں اور کہاں تشریف رکھتے ہیں لیکن اس بے تکلفی کے باوجود آپ کے عقیدت مندوں کے دل میں آپ کی اتنی محبت تھی کہ اسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔ وہ پروانوں کی طرح آپ کے اِرد گِرد گھومتے تھے کیونکہ آپ کا تعلق اپنے مریدوں کے ساتھ افسر ماتحت کا نہیں تھا بلکہ باپ بیٹے کا تھا۔

بعض اوقات جب آپ کی طبیعت اچھی ہوتی تھی اور کوئی مہمان قادیان کے قیام کے بعد اپنے وطن کو واپس جانے لگتا تھا تو آپ اسے رخصت کرنے کے لئے ایک ایک دو دو میل تک اسکے ساتھ جاتے تھے اور پھر بڑی محبت اور دُعا کے ساتھ اسے رخصت کرتے تھے اور مہمانوں کی واپسی کے وقت آپکے دل کو ایسا صدمہ ہوتا تھا کہ گویا ایک نہایت ہی پیارا عزیز جدا ہو رہا ہے۔ اور آپ بسا اوقات واپس جانے والے مہمان کو تاکید فرماتے تھے کہ پھر آؤ اور بار بار آؤ۔

جب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید جو علاقہ خوست کے چوٹی کے عالم اور رئیس خاندان سے تھے قادیان کے قیام کے بعد افغانستان واپس جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو رخصت کرنے کے لئے قریباً دو میل تک ان کے ساتھ بٹالہ کی سڑک پر پیدل تشریف لے گئے۔ جب عین جدائی کا وقت آیا تو صاحبزادہ صاحب فرطِ غم کی وجہ سے بے تاب ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں گر گئے اور زار زار روتے ہوئے عرض کیا :-

"حضرت میں محسوس کرتا ہوں کہ میری موت قریب ہے اور مجھے حضور کا مبارک چہرہ پھر دیکھنا نصیب نہیں ہوگا"

اور یہی ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے کابل پہنچنے پر اس عاشقِ مسیح کو زمین میں کمر تک گاڑ کر ہزاروں پتھروں کی بے پناہ بارش سے شہید کرا یا گیا۔ وکُلُّ مَن علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۔ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء

اوامر و نواہی

"زبان"

(محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

(۲)

اس سے قبل زبان سے متعلق بیس نواہی کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب میں ایسی باتوں کو لیتا ہوں جو زبان کے کرنے کی ہیں:۔

۱۔ خدا تعالیٰ کے ذکر سے اپنے اوقات کو معمور رکھو اور اس کی حمد کے ترانے ہر وقت گاتے رہو۔ اس حمد و ثناء میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کہ ہر کام میں مشغول رہتے ہوئے ہر وقت اس کے ذکر سے زبان کے اعصاب اور دل کی تاروں کو حرکت دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔ حمد و ثناء کے ہلکے پھلکے بول میزانِ جزاء و سزا میں بڑے ہی وزنی ثابت ہوتے ہیں اور دلوں کے اطمینان کا باعث۔

۲۔ قرآن پڑھو کہ تلاوتِ قرآن میں بڑی برکت ہے، قرآن جو اللہ کے ذکر سے بھرا ہوا ہے، قرآن جو ہمارے لئے ایک مکمل ہدایت ہے، قرآن جو خدائے واحد و یگانہ کی رحمانیت کو حرکت میں لاتا ہے، قرآن جو زبان اور اعمال کی کجیوں کو دور کرتا ہے۔ قرآن جب ہمارے دل میں اترتا اور ہماری زبانوں پر جاری ہوتا ہے تو اس کی برکت سے ہماری زندگی کی سب الجھنیں سلجھ جاتی ہیں۔ قرآن دلوں میں تقویٰ پیدا کرتا اور انہیں مطہر بناتا ہے۔ قرآن خود کلیدِ قرآن ہے۔ پس قرآن پڑھو، قرآن پڑھو۔

۳۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو۔ خدا تعالیٰ اور اسکے فرشتے اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر آن اور ہر لحظہ درود اور سلام بھیج رہے ہیں۔ مظہرِ صفاتِ الٰہیہ اور فرشتہ صفت بنو اور اس نبی پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو تا اسکی برکت سے ہماری زبانوں سے حکمت و معرفت کی نہریں جاری ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔" (الحکم ۲۸ رفروری ۱۹۰۳ء)

۴۔ نماز پڑھو اور اپنی اولادوں اور متعلقین کو نماز کی تلقین کرتے رہو۔ اپنی نمازوں کو خدا تعالیٰ کے لئے بناؤ تا یہ نمازیں صحیح معنوں میں ہمیں برائیوں سے روکنے والی بنیں اور تا ہم خدا کی نگاہ میں اس کی اعانت کے مستحق ٹھہریں۔

۵- ہمیشہ سچ بولو اور سیدھی بات کہو جس میں کسی قسم کا کوئی پیچ اور کجی نہ ہو تا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے۔

۶- دُعائیں کرو، بہت ہی دعائیں کرو، اور سوز اور گریہ وزاری سے دُعائیں کرو۔ تکبر کے ہر جذبہ کو دل سے نکال کے انکساری اور فروتنی کے ہر جذبہ سے دل کو معمور کر کے دُعائیں کرتے ہوئے اپنے مولا کے سامنے جُھک جاؤ کہ ہم کچھ بھی نہیں اور وہ سب کچھ ہے۔ دُعا سے خدا ملتا ہے، دُعا سے کامیاب زندگی حاصل ہوتی ہے۔

۷- استغفار کرتے رہو۔ اپنے لئے، اپنے اقارب اور اپنے بھائیوں کے لئے کثرت سے استغفار کرو کہ ہمارا خدا غفور الرحیم ہے اور استغفار روحانی ترقیات کی کلید ہے۔

۸- میٹھے بول بولو۔ محبت سے بھرے ہوئے بول، ہمدردی اور خیر خواہی سے لبریز بول۔ تمہاری زبانوں سے دنیا کو ہمیشہ سُکھ پہنچے۔ تمہارے بول دلوں کی راحت کا موجب ہوں کہ چند میٹھے بولوں سے دلوں کو موہ لینا بڑا ہی سستا سودا ہے۔

۹- نیکیوں کی تلقین کرتے رہو۔ عدل و انصاف کی، شجاعت و مروّت کی، احسان کی تلقین، رحم اور محبت کی تلقین کرتے رہو کہ یہی وہ باتیں ہیں جن سے تم خیر امت ٹھہرائے گئے ہو۔

۱۰- بدلوں سے رُکنے کی تلقین کرتے رہو۔ غیبت سے، ریا سے، خسّت اور تنگدلی سے، بخل سے، فخر و مباہات سے، کبر و غرور سے بچے رہنے کی تلقین کرتے رہو۔ تمہاری زبان گند، عفونت اور بدی کو دُور کرنے والی، مٹانے والی ہو، بدی پھیلانے والی نہ ہو۔ تمہارے مُنہ سے وہ پھول جھڑیں جن کی مہک سے زمین و آسمان کی فضا معطر ہو جائے۔ انسانیت کو تم پر فخر ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پر ناز۔

۱۱- سچی شہادت دو کہ اس کے بغیر دنیا میں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے نہ تم قوّامین للہ ٹھہر سکتے ہو۔

۱۲- وعدے کرو، سچّے وعدے کرو۔ زبان اور جوارح میں تضاد نہ ہو۔ زبان نے جو کہا، جوارح نے کر دکھایا۔ معصیت و گناہ کے وعدے نہ کرو بلکہ تخلقوا باخلاق اللہ کو یاد رکھتے ہوئے "وعداً حسناً" نیکی اور بھلائی کے وعدے کیا کرو اور نیکی کے ان وعدوں کو پورا کرو کہ وعدوں کا پورا نہ کرنا دل میں نفاق کا بیج بو دیتا ہے اور منافق کا ٹھکانا جہنم کے بدترین گوشہ میں ہے۔　(باقی)

ہمارا نصب العین

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے۔ قائد عمومی)

(۱)

دنیا میں ہر تنظیم یا جماعت کی بنیاد کسی نہ کسی مطمحِ نظر یا نصب العین پر ہوتی ہے۔ جس قدر وہ نصب العین بلند اور ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے اسی قدر وہ تنظیم، اگر اس میں روحِ عمل اور کام کرنے کا جذبہ بیدار ہو، ترقی کی منازل طے کرتی چلی جاتی ہے اور اس کا وجود دوسروں کے لئے بابرکت اور مفید ثابت ہوتا چلا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر نصب العین بلند نہ ہو تو پھر روحِ عمل کے بیدار ہونے کے باوجود اس تنظیم کا کسی رفعت سے ہمکنار ہونا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ کوئی تنظیم اپنے لئے جو مقصد مقرر کرتی ہے اس کی تمام تر جدوجہد اس مقصد کے حصول تک ہی محدود رہتی ہے۔

سو گویا کسی قوم یا تنظیم کا نصب العین اس قوم یا تنظیم کے قیام کی اصل غرض اور اسکے کردار و عزائم کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ زندہ قوموں اور زندہ تنظیموں کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اسکے افراد اپنے نصب العین اور مطمحِ نظر کو ہر آن اپنے پیشِ نظر رکھیں اور اپنے اعمال و کردار اور پوری جد و جہد کو اس مطمحِ نظر اور نصب العین کے مطابق بناتے چلے جائیں۔ اس کے بغیر وہ قوم یا تنظیم ترقی کی اس معراج کو نہیں پہنچ سکتی جس کی نشاندہی مطمحِ نظر سے ہوتی ہے۔

جب اس نقطۂ نظر سے ہم مجلس انصار اللہ کے نصب العین پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ تمام ذمہ داریاں، فرائض اور تقاضے یکدم ہمارے سامنے آجاتے ہیں جن کو پورا کئے بغیر ہم اپنے نصب العین کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارا نصب العین اس قدر ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے کہ دینی اور دنیوی لحاظ سے اس سے زیادہ ارفع اور بلند کوئی اور نصب العین نہیں ہو سکتا۔ یہ نصب العین وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُمتِ مسلمہ کے لئے بیان فرمایا ہے اور وہ ہے:۔

"تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

یہ وہ بلند نصب العین ہے کہ عند اللہ و عند الناس اُمتِ مسلمہ کی تمام بڑائی اور اس کے مجد و شرف کا سب انحصار اس نصب العین اور اسکے تقاضوں کو پورا کرنے پر موقوف ہے کیونکہ یہ نصب العین سورہ آل عمران کی حسب ذیل آیت کا ایک جزو ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

یعنی تم سب سے بہتر اُمت ہو جسے لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر کامل ایمان رکھتے ہوئے (۲) لوگوں کی بھلائی کے لئے کوشاں ہونا (۳) انہیں خدائی احکام کے مطابق نیکی کی تلقین کرنا اور (۴) بُرائی سے روکنا، وہ عملِ خیر ہے جو اُمتِ مسلمہ کو خیرِ اُمت کے لقب کا حقدار بناتا ہے اور اگر یہ عملِ خیر مفقود ہو تو پھر اس عظیم الشان لقب کا استحقاق باقی نہیں رہتا ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ عملِ خیر چونکہ درہ بالا چہار گونہ صفات سے عبارت ہے اسی وقت اور اسی صورت میں کما حقہٗ انجام دیا جا سکتا ہے جب انسان کا اپنا عمل نیکی اور تقویٰ کے معیار پر پورا اُترتا ہو ورنہ دوسروں کو نیکی بجا لانے اور برائی سے بچنے کی تلقین سب بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

پھر اگر غور کیا جائے تو یہ چہار گونہ صفات بہت وسیع معانی و مطالب پر مشتمل ہیں۔ ان سے مراد یہ ہے کہ اُمت کے ایک ایک فرد کو اوّل خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ گہری وابستگی اور اس کی قدرتوں پر کامل یقین ہو۔ دوم وہ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو ایسے رنگ میں بروئے کار لائے کہ وہ عالمِ انسانیت کی فلاح پر منتج ہوں۔ سوم بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کے شدید جذبے کے تحت ان کی غلط روی پر اس میں پوری دلسوزی پائی جاتی ہو۔ چہارم وہ انہیں سیدھی راہ پر گامزن کرنے کی شدید تڑپ رکھتا ہو۔ یہ چاروں باتیں اوّلاً خود اپنی اصلاح اور ثانیاً دوسروں کی اصلاح کے خاطر اسلام کی اشاعت و استحکام کے لئے انتھک جد و جہد پر دلالت کرتی ہیں اور در اصل یہی وہ سب سے بڑا عملِ خیر ہے جسے ہم نے تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر کے مختصر لیکن انتہائی جامع الفاظ میں بحیثیت انصار اللہ اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔

(۲)

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہی وہ عملِ خیر ہے جو سلسلہ احمدیہ کے قیام اور بیعت کی اصل غرض و غایت ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصانیف میں اس امر پر خاص زور دیا ہے کہ بیعت کنندگان کی اس جماعت کے قیام کی غرض یہی ہے کہ ایسے تقویٰ شعار لوگوں کو یکجا کیا جائے جو قوم کے ہمدرد ہوں، غریبوں کی پناہ ہوں اور یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور خدمتِ اسلام کا فریضہ انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار رہیں۔ تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن و صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی پھیلے۔ چنانچہ آپ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ازالۂ اوہام میں بیعت کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"یہ سلسلہ بیعت محض بمرادِ فراہمیٔ طائفۂ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے۔

تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائجِ خیر کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں..... وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے

بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمامتر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ انکی عام برکات دُنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامتِ خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو انکی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے . . . . میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن و صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کریگا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دُنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دیگا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس ربّ جلیل نے یہی چاہا ہے، وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے، ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فالحمد لہٗ اوّلاً و اٰخراً و ظاھراً و باطناً۔ اسلمنا لہٗ ھو مولانا فی الدّنیا والاٰخرۃ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔"

(روحانی خزائن جلد ۳ صـ۵۶۱ تا صـ۵۶۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور نسلاً بعد نسلٍ ہماری اولادوں کو ہمیشہ اس نصب العین کو سامنے رکھنے اور اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمیں اپنے افضال اور برکات سے نوازے۔ آمین ۔

اپنے آقا و مطاع حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے

حضرت مسیح موعودؑ کی بے پایاں محبّت

(مکرّم مولانا جلال الدین صاحب شمس قائد تعلیم مجلس مرکزیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب سیّد الاوّلین والآخرین، شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا و بے پایاں عشق و محبّت رکھتے تھے۔ آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یگانہ و منفرد ہے اسی طرح اس کے حبیب خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے کمالات اور اپنی صفات کے لحاظ سے تمام بنی نوع میں یکتا و بے ہمتا ہیں۔ نہ آپ سے پہلے کوئی آپ کے مقام رفیع تک پہنچ سکا ہے، نہ آپ کے بعد قیامت تک پہنچ سکے گا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ کی محبّت کے بعد آپ کو سب سے زیادہ محبّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشقِ محمّد مخمّرم ٭ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی اللہ تعالےٰ کے بعد میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق میں سرشار ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو خدا تعالیٰ کی قسم میں سخت کافر ہوں۔

اسی طرح ایک عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:۔

وآثرتُ حُبّکَ بعد حُبِّ مھیمنی ٭ وتصبی جنانی من سنانک وتجلّیٖ

یعنی اے میرے محبوب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے محافظ خدا کی محبّت کے بعد تیری محبت کو ہر شے پر مقدم کیا ہے اور تو نے اپنے نور سے میرے دل کو گرویدہ کر لیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں اللہ تعالےٰ سے اپنے عشق و محبّت کا اظہار کیا ہے اسی انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی۔ مثلاً آپ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں ؎

قربانِ تست جانِ من اے یارِ محسنم ٭ با من کدام فرق تو کردی کہ من کنم

اے میرے محسن دوست میری جان تجھ پر قربان ہے۔ تو نے مجھ سے کونسا فرق کیا ہے کہ میں تجھ سے فرق کروں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق فرماتے ہیں ؎

در رہِ عشقِ محمدؐ این سر و جانم رود ✦ این تمنا این دعا این در دلم عزمِ صمیم

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی راہ میں میرا سر اور جان قربان ہو۔ یہی میری تمنا، یہی میری دعا اور یہی میرا دلی ارادہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں ؎

سہل است ترکِ ہر دو جہاں گر رضائے تو ✦ آید بدست اے پنہ و کہف و مامنم

یعنی دونوں جہان کا ترک کرنا آسان ہے اگر تیری رضا مل جائے، اے میری پناہ اے میرے حصار اور اے میرے دارالامان۔

اسی طرح اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتے ہیں ؎

بسے سہل است از دنیا بریدن ✦ بیادِ حسن و احسانِ محمدؐ

یعنی دنیا سے قطع تعلق کر لینا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حسن و احسان کی یاد سے بالکل آسان ہو جاتا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ سے محبت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت تھی، وہ دنیا و مافیہا سے نہیں تھی۔ یہ مضمون بہت وسیع ہے لیکن اس مختصر مضمون میں میں اُن چند علامتوں کا ذکر کروں گا جو ہر سچے محب اور جاں نثار عاشق میں پائی جاتی ہیں۔

محبّت کا سبب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اور آپؐ سے محبت و عشق کے اظہار کے لئے گزشتہ تیرہ سو سال میں بہت سے قصائد اور مضامین لکھے گئے لیکن ان میں سے کسی نے تو آپؐ کے بالوں کی تعریف کی، کسی نے آپؐ کی آنکھ اور آپؐ کے متناسب اعضاء کا ذکر کیا۔ ان کی نظر زیادہ تر آپؐ کے ظاہری حسن و جمال پر پڑی۔ بہت کم ہوئے جنہوں نے آپؐ کے باطنی کمالات کی وجہ سے آپؐ سے محبت کا اظہار کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؐ سے محبت و عشق کا اظہار آپؐ کے عظیم الشان کارناموں اور آپ کے باطنی اور روحانی کمالات اور افاضہ میں بے نظیری کی بنا پر کیا۔ اور آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ میرا محبوب اپنی شان میں تمام محبوبوں سے بالا اور برتر ہے، کوئی اس کا ہمسر اور ثانی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا، یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا، غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا، صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں، جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صٹ ۱۶۰)

اور فرماتے ہیں :-

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے، جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔" (چشمہ معرفت صٹ ۲۸۸)

اور فرماتے ہیں :-

"وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا، جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین وفخر النبیین جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے کسی پر نہ بھیجا ہو۔" (اتمام الحجۃ صٹ ۲۸)

اور آپ کے عظیم الشان کام سے متعلق جو آپ نے سرانجام دیا اور جس ملک اور قوم کی سب سے پہلے اصلاح آپ کے سپرد ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"وہ ایک خارستان تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھا اور ظلمت کی انتہاء ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب

اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کرے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اُس وقت دُنیا کی کیا حالت تھی اور آپ نے آکر کیا کیا تو انسان وجد میں آکر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہہ اُٹھتا ہے۔" (الحکم ۱۷ر جنوری سنہ ۱۹۰۱ء)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق کی حقیقی وجہ آپ کے باطنی کمالات اور روحانی برکات اور آپ کی روشن تاثیرات بیان کی۔

دوسروں پر محبت میں سبقت لے جانا

جب کسی محبوب سے محبت کرنے والے بہت سے ہوں تو سب سے زیادہ محبت کرنے والے میں باقی محبت کرنیوالوں سے جاں نثاری میں سبقت لے جانے کا جذبہ ایک قدرتی امر ہے۔ اسی جذبۂ محبت کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ؎

منکہ مے بینم رُخِ آں دلبرے ÷ جاں فشانم گر دہد دل دیگرے

یعنی میں اس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر کوئی اُسے دل دے تو میں جان نثار کر دوں۔

نیز فرماتے ہیں ؎

منکہ رہ بُردم بخوبی ہائے بے پایانِ تو ÷ جاں گدازم بہر تو گر دیگرے خدمتگذار

یعنی میں کہ (اے میرے محبوب!) تیری بے انتہا خوبیوں سے آگاہی پا چکا ہوں۔ اگر دوسرا کوئی تیرا خدمتگذار ہے تو میں تیرے لئے جان فدا کرنے والا ہوں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو حقیقی عشق تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان پر فرمایا کہ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کہ آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ وہ اسلام جس کی اشاعت کیلئے آپ نے ہر قسم کے مظالم سہے، تکلیفیں برداشت کیں، اس زمانہ میں حد درجہ کمزور اور بے یار و مددگار ہو چکا تھا۔ آپ کیلئے دینِ اسلام کی یہ نازک حالت ناقابلِ برداشت ہو رہی تھی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں ؎

ایں دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت ÷ کثرتِ اعدائے ملّت قلّتِ انصارِ دیں

اے خداوند آ در بر ما آبِ نصرت ہا ببار ÷ یا مرا بردار یارب زیں مقامِ آتشیں

یعنی دینِ محمدؐ کے متعلق دو فکروں نے میری جان کا مغز گھلا دیا۔ اعدائے ملّت کی کثرت اور انصارِ دین

کی قلت نے۔ اے خدا جلد آ اور ہم پر اپنی نصرت کی بارش برسا ورنہ اے میرے رب اس آتشیں جگہ سے مجھے اُٹھا لے۔

مگر چونکہ آپ محبِ صادق تھے اس لئے آپ کو یقین تھا کہ آپؑ ناکامی کا مُنہ نہیں دیکھیں گے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

چوں مرا بخشیدۂ صدق اندریں سوز و گداز ٭ نیست امیدم کہ ناکامم بمیرانی دریں

جب تُو نے مجھے اس سوز و گداز میں صدق بخشا ہے تو مجھے یہ امید نہیں کہ تو اس معاملہ میں مجھے ناکامی کی موت دے گا۔

چنانچہ دینِ اسلام کے احیاء کے لئے جو آپؑ کے محبوب کا دین تھا جو شدید جذبہ آپؑ کے دل میں پایا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا اور اس نے آپؑ کو تجدیدِ دین کے لئے مامور کیا۔ حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادۂ الٰہی احیائے دین کے لئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہیں۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔

هٰذا رجلٌ يحبّ رسول الله

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے مطلب یہ تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدے کی محبتِ رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۲)

پس اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو تجدیدِ دین کے لئے مامور فرما کر آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور محبِ کامل ہونے پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

محبوب کے لئے غیرت

ایک عاشقِ صادق اپنے محبوب کی خاطر ہر قسم کی ذلت قبول کرنے اور ہر نوع کی تکلیف برداشت کرنے کو تیار ہوتا ہے لیکن محبوب کی تکلیف اور اس کی توہین اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے محبوب کی عزت و عظمت کے خلاف ایک لفظ سُننا بھی گوارا نہیں تھا اور اس سے آپؑ کو دل خراش تکلیف اور رُوح فرسا اذیت پہنچتی تھی۔ چنانچہ آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کے خلاف کور چشم و دریدہ دہن مخالفوں کی یاوہ سرائیوں اور ہرزہ درائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرے سب لڑکے بچے اور پوتے، میرے انصار اور خدام میرے سامنے قتل

کر دیئے جاتے اور میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جاتے اور میری آنکھوں کی پتلیاں نکال دی جاتیں اور مَیں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاتا تو یہ سب کچھ مجھ پر اُن کے اس توہین آمیز استہزاء سے زیادہ شاق نہ گزرتا" (ترجمہ از عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام ص۱۵)

محبوب کے دشمنوں سے صلح نہیں ہو سکتی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صحابہؓ کی تعریف میں فرماتا ہے کہ مومن لوگوں کو تُو ایسا نہیں پائے گا۔ یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ‘ کہ وہ اُن لوگوں سے محبت رکھیں اور دوستی کا عہد باندھیں جو خدا اور اسکے رسولؐ کے مخالف اور دشمن ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا لکھا ہے کہ جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو لوگ میرے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے باز نہیں آتے اور گالیاں دیتے ہیں ان سے ہماری صلح نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضورؑ اپنی آخری کتاب پیغام صلح میں فرماتے ہیں :-

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور آنجنابؐ پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بد زبانی سے باز نہیں آتے ہیں‘ اُن سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمینوں کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے‘ ہم ایسا کام نہیں چاہتے جس پر ایمان جاتا رہے۔" (پیغام صلح ص۳۰)

محبوب سے روگردانی کا الزام

عاشق صادق کے لئے اس کے محبوب سے روگردانی کا الزام ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ وہ تو اس کے لئے اپنی جان قربان کرنا عین سعادت خیال کرتا ہے۔ بایں ہمہ جب اس کے دشمن اُسے محبوب کا دشمن قرار دیتے ہیں تو یہ بات اس پر سخت گراں گزرتی ہے اور وہ اپنی حقیقت لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

بعد ازیں بہتاں کہ من زاں آستاں ÷ تافتم سر ایں چہ کذبِ فاسقاں
سر بتابد زاں مہ من چوں سنے ÷ لعنتِ حق بر گمانِ دشمنے
آں منم کاندر رہِ آں سرورے ÷ درمیانِ خاک و خوں بینی سرے
تیغ گر بارد بکُوئے آں نگار ÷ آں منم کاوّل کند جاں را نثار

خوش نصیبے آں کہ چوں من کافرے ❊ گو ہمیں کفر است نزدیکیں ورے

یعنی مجھ پر یہ افترا کہ میں اِس درگاہ سے روگرداں ہوں فاسقوں کا یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ کیا میرے جیسا شخص اپنے اس چاند سے مُنہ پھیر سکتا ہے؟ دشمن کے اس خیال پر لعنت، مَیں تو وہ ہوں کہ اس سردار کی راہ میں تُو میرا سر خاک اور خون میں لتھڑا ہُوا دیکھے گا۔ اگر اس معشوق کی گلی میں تلوار چلے تو مَیں وہ پہلا شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کرے گا۔ اگر دشمن کے نزدیک یہی کفر ہے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے جو میری طرح کا کافر ہے۔ (ضمیمہ سراج منیر)

وصال کی گھڑیوں کی یاد!

بسا اوقات جب عاشق کے دل میں محبت جوش مارتی ہے تو وہ اپنے محبوب کے محاسن اور کمالات اور اس کی خوبیاں یاد کرکے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اور جب راہِ عشق میں اُسے مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور زمانہ فراق لمبا ہو جاتا ہے تو وہ وصال کی گھڑیاں یاد کرکے ایک گونہ لذت محسوس کرتا ہے اور بوقتِ وصال محبوب نے جو میٹھی میٹھی پیار کی باتیں اور وعدے کئے ہوتے ہیں انہیں محبوب کو یاد دلا کر اس کی محبت کو جوش میں لاتا ہے۔ اسی وجد انگیز کیفیت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے محبوب صلعم کے محاسن و کمالات کا ذکر کرکے مندرجہ ذیل اشعار میں اظہار فرمایا ہے۔

یا نبی اللہ نثارِ روئے محبوبِ تو ام ❊ وقف راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش ہست بار

تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم ❊ تا دلم دورانِ خوں دارد بہ تو دارد مدار

یا رسول اللہ برویت عہد دارم استوار ❊ عشقِ تو دارم ازاں روزیکہ بودم شیرخوار

در دو عالم نسبتے دارم بتو از بس بزرگ ❊ پرورش دادی مرا خود ہمچو طفلے در کنار

یاد کن وقتیکہ در کشفم نمودی شکلِ خویش ❊ یاد کن ہم وقتِ دیگر کآمدی مشتاق وار

یاد کن آں لطف و رحمتہا کہ با من داشتی ❊ واں بشارتہا کہ میدادی مرا از کردگار

یاد کن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا ❊ آں جمالے آں رُخے آں صورتے رشکِ بہار

یعنی اے اللہ کے نبی! مَیں آپ کے پیارے چہرہ پر قربان ہوں۔ مَیں نے اپنا سر جو میرے کندھوں پر ہے تیری راہ میں وقف کر دیا ہے۔ جب تک میرا وجود ہے آپ کا عشق میرے دل میں رہے گا جب تک میرے دل میں خون گردش کرتا رہے گا آپ کا ہی عاشق رہے گا۔ اے اللہ کے رسول مَیں پختہ عہد کے ساتھ آپ کے چہرے کا فدائی ہوں۔ مَیں تو اس دن سے آپ کا عاشق ہوں جبکہ ماں کی گود میں دودھ پیتا تھا۔ دونوں جہان میں مَیں آپ کے ساتھ بہت بڑی نسبت رکھتا ہوں۔ آپ نے مجھے بچے کی طرح

اپنی گود میں پالا ہے - اُس وقت کو یاد فرمائیے جب کہ آپ نے کشف میں مجھے اپنی شکل دکھائی اور اس دوسرے وقت کو بھی یاد کیجیے جب آپ مشتاق کی طرح میرے پاس تشریف لائے - اپنی ان عنایتوں اور مہربانیوں کو بھی یاد کیجیے جو آپ مجھ پر کیا کرتے تھے - اور ان بشارتوں کو بھی یاد کریں جب آپ نے جاگنے کی حالت میں مجھے اپنا رشکِ بہار چہرہ اور جمال اور اپنی صورت دکھلائی تھی -

(آئینہ کمالات اسلام)

جوشِ عشق

آپ کی تحریروں کو پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے گویا آپ کے دل میں اپنے مطاع و محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبّت کا ایک سمندر موجزن ہے اور جب اس میں جوش آتا ہے اور تلاطم کی صورت پیدا ہوتی ہے تو کوئی چیز اس کی بلند اور تیز موجوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی - اشعارِ ذیل سے آپؑ کے جوشِ عشق اور وفورِ محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ؎

تا مَن نورِ رسولِ پاک را بنموده اند ÷ عشقِ او در دلِ ما ہمے جوشد چو آب از آبشار

آتشِ عشق از دمِ من ہمچو برقے مے جہد ÷ یک طرف اے ہمدمانِ خام از گردم بوار

یعنی جب سے مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دکھایا گیا ہے حضوؐر کا عشق میرے دل میں یوں جوش مارتا ہے جیسے آبشار سے پانی - آپؐ کے عشق کی آگ میرے سانس سے بجلی کی طرح نکلتی ہے - اے خام طبع رفیقو! میرے آس پاس سے ہٹ جاؤ -

محبّ کا محبوب کے رنگ میں رنگین ہونا

پھر کمالِ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے وہ اس کے انداز اور اس کے طور و طریق اور اس کے شمائل و اخلاق کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے اور جس قدر زیادہ محبت ہوتی ہے اُسی قدر اپنے محبوب کے صفات کی طرف کھینچا جاتا ہے حتّٰی کہ وہ اس کا نمونہ بن جاتا ہے اور جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو محبّ اور محبوب کے درمیان سے دُوئی کا پردہ اُٹھ جاتا ہے - جیسا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی ÷ من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں ÷ من دیگرم تو دیگری

اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

"مقتضائے کمالِ محبت رفعِ اثنینیت است و اتحادِ محبّ و محبوب"

یعنی کمالِ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو کر دوئی کو اُٹھا دیتا ہے اور محب محبوب آپس میں متحد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالےٰ سے کمال محبت و عشق کا اظہار یوں کرتے ہیں ؎

زاں نمط شد محو دلبر از کمالِ اتحاد ✤ پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
بُوئے محبوبِ حقیقی میدمد از رُوئے پاک ✤ ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیارے رب میں اِس طرح محو ہو گئے کہ کمالِ اتحاد کی وجہ سے آپ کی صورت بالکل ربِ رحیم کی صورت ہو گئی۔

محبوبِ حقیقی کی خوشبو ان کے چہرے سے آ رہی ہے۔ ان کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کا مظہر ہے۔

اسی طرح ایک اور عاشقِ خدا نے اِس مرتبہ محبت کے حصول کی خواہش ان الفاظ میں کی ہے ؎

جو تم سے کوئی خواہش تھی تو بس اتنی ہی خواہش تھی
تمہارا رنگ چڑھ جاتا، تمہاری مجھ میں بُو ہوتی

اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہائی عشق اور کمالِ محبت کی وجہ سے مقامِ اتحاد حاصل تھا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ؎

محو روئے او شد است ایں روئے من ✤ بُوئے اُو آید زبام و کُوئے من
بسکہ من در عشقِ اُو ہستم نہاں ✤ من ہمانم من ہمانم من ہماں
جانِ من از جانِ او یابد غذا ✤ از گریبانم عیاں شد آں ذُکا
احمد اندر جانِ احمد شد پدید ✤ اسمِ من گردید آں اسمِ وحید

یعنی یہ میرا چہرہ اس کے چہرہ میں محو اور گُم ہو گیا اور میرے مکان اور کُوچہ سے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ از بسکہ اس کے عشق میں غائب ہوں، مَیں وہی ہوں، مَیں وہی ہوں، مَیں وہی ہوں۔ میری رُوح اس کی رُوح سے غذا حاصل کرتی ہے اور میرے گریبان سے وہی سورج نکل آیا ہے۔ احمدؐ کی جان کے اندر احمدؑ ظاہر ہو گیا اسلئے میرا وہی نام ہو گیا جو اس لاثانی انسان کا نام ہے۔ (ضمیمہ سراج منیر)

حیاتِ جاودانی

اِس حالت میں عاشقِ صادق اور محبِّ کامل اپنے محبوب میں فنا ہو کر وہ زندگی پاتا ہے جو محبوب کو حاصل

ہوتی ہے اور اس شعر کا مصداق ہوجاتا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　٭　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اور ایسے فنا فی المحبوب کی محبت دائم و قائم رہتی ہے اور موت و فنا سے آزاد ہوجاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی غیر فانی محبت تھی اور آپ کے اس شعر کی مصداق تھی ؎

اِنّی اموتُ ولا تموتُ محبّتی
یُدریٰ بذکرک فی التراب ندائی

یعنی اے میرے محبوب! اگرچہ میں وفات پاجاؤں گا لیکن میری محبت ہمیشہ زندہ رہے گی اور اس پر کبھی موت وارد نہ ہوگی۔ اور زمین میں پڑے ہوئے لوگوں کی جب آوازیں سنائی دیں گی تو میری آواز تیرے ذکر سے شناخت کی جائے گی۔ دوسرے لوگ تو اپنے اور دلبروں کا نام لے رہے ہوں گے لیکن میری زبان پر تیرا نام ہوگا اور وہ اے میرے پیارے محمدؐ، اے میرے محبوب محمدؐ، اے میرے معشوق محمدؐ کا نعرہ بلند کر رہی ہوگی۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ وعلیٰ عاشقہ المسیح الموعود وبارک وسلّم۔ اٰمین ٭

اصل بہادر کون ہے؟

"ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔ یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ شہ زور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہلا سکے۔ نہیں! نہیں! اصل بہادر وہی ہے جو تبدیل اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیل اخلاق میں صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی الی اللہ

(مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت قیمتی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس امر کے لئے کامل طور پر وقف رہا کہ خدا کا نام بلند ہو اور اس کی توحید اور تمجید دنیا میں پھیلے۔ تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کا جو کام اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے سپرد کیا تھا وہ حضورؐ نے اس انہماک، اس شغف، اس مستعدی، اس جانکاہی اور اس محنت کے ساتھ انجام دیا کہ بجا آوریٔ فرائض کی کوئی اور مثال اس سے زیادہ نمایاں، اس سے زیادہ درخشاں اور اس سے زیادہ روشن ہمیں نظر نہیں آتی۔ سوتے جاگتے، بیٹھتے اٹھتے، چلتے پھرتے اللہ کے نام کی تبلیغ اور اس کے کام کی اشاعت آپؐ نے اپنی زندگی کا خاص نصب العین بنا لیا تھا۔ کوئی لمحہ بھی آپؐ کا خدا کے ذکر اور توحید کی تبلیغ سے خالی نہ رہتا تھا۔

تبلیغ کا پہلا حکم ملتے ہی آپؐ نے قوم کی مخالفت کی پروا کئے بغیر سارے اہلِ مکہ کو پہاڑ پر جمع کیا اور خدائی پیغام ان کو سنایا۔ پھر معاً بعد اپنے اہلِ عشیرہ کی دعوت کی اور ان کے سامنے حق کو پیش کیا۔ تمام مکہ مخالفت کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے بیگانے ہو گئے، پیارے عزیز جان کے دشمن بن گئے۔ ہر قسم کی تکلیفیں، ہر طرح کی ایذائیں آپؐ کو لوگوں نے دینی شروع کیں، آپؐ پر نجاست کے ٹوکرے پھینکے گئے، آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، آپؐ کا گلا گھونٹا گیا، آپؐ کو گالیاں دی گئیں، آپؐ کا مذاق اڑایا گیا، آپؐ کو مجنون اور پاگل، شاعر اور کاہن کہا گیا۔ آپؐ کے پیروؤں کے گلے میں رسی ڈال کر بازاروں میں گھسیٹا گیا، تپتی ریت پر لٹایا گیا، گرم پتھر سینے پر رکھے گئے، گرم لوہے سے داغا گیا، لاٹھیوں سے بری طرح پیٹا گیا مگر نہ حضورؐ وحدانیت کی تبلیغ سے باز آئے نہ آپؐ کے پیرو صراطِ مستقیم سے ڈگمگائے۔ آپؐ کا بائیکاٹ کیا گیا اور تین برس تک آپؐ پر کھانا پینا حرام کر دیا گیا مگر خدا کا رسولؐ پھر بھی ثابت قدم رہا اور اس پرُ صعوبت وقت میں بھی برابر پناہ گاہ سے باہر نکل کر حج پر آئے ہوئے قبیلوں کو خدا کا پیغام پہنچاتا رہا اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہ بددل ہوا، نہ مایوس ہوا اور نہ ہمت ہار کر بیٹھا۔ بلکہ جب اس نے دیکھا کہ اس کے شہر والے خدائی پیغام کو قبول نہیں کرتے تو طائف چلا گیا اور ایک ایک گھر کی کنڈی کھٹکھٹا کر ان کو توحید کی تبلیغ کی۔ شہر کے "شرفاء" نے شہر کے بدمعاشوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے اتنے پتھر مارے کہ سارے جسم سے خون بہنے لگا مگر کوئی بھی تکلیف آپؐ کو خدا کا پیغام خدا کے بندوں تک پہنچانے سے نہ روک سکی۔

جب مکہ کے کافر اپنی تمام کوششوں کے باوجود آپؐ کو تبلیغ و اشاعت کے فرض سے باز نہ رکھ سکے تو پھر انہوں نے آپ کا خاتمہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور قریش کے منتخب بہادر تلواریں کھینچ کھینچ کر آگئے اور آپؐ کے مکان کو گھیر لیا۔ اُسوقت بھی خدا نے آپؐ کی معجزانہ طور پر مدد کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا تھا لیکن ایسی افراتفری اور خطرناک موقع پر بھی آپؐ کے پاک لبوں پر خدا ہی کا نام تھا اور آپؐ اپنے رفیقِ طریق کو پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ سمجھا رہے تھے کہ گھبراؤ مت اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ مکہ سے مدینہ تک کا راستہ نہایت کٹھن اور بڑا پُرصعوبت تھا اور قدم قدم پر گرفتاری اور قتل کا یقینی خطرہ تھا مگر اس حالت میں بھی خدا کا یہ اولوالعزم رسولؐ فرضِ تبلیغ سے غافل نہ رہا۔ ام معبد اور بریدہ بن الحصیب کو اپنے ستر ساتھیوں کے ہمراہ اسی سفر میں آپؐ نے ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر سب سے پہلا کام آپؐ نے یہ کیا کہ خدائے واحد کی عبادت کے لئے خدا کا ایک گھر بنایا۔ یہ مقدس گھر آج بھی موجود ہے اور کروڑ در کروڑ آدمی اس میں اِس وقت تک خدائے واحد کے آگے سربسجود ہو چکے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

مدینہ پہنچ کر بھی مکہ کے کافروں کے ظلموں اور زیادتیوں سے آپؐ کو امن نہ ملا۔ انہوں نے مدینہ کے لوگوں کو اُکسایا کہ آپؐ کو شہر سے نکال دیں۔ مدینہ کے یہودیوں کو ورغلایا کہ آپؐ کو زہر دیدیں۔ خود لشکر لے لیکر بار بار آپؐ پر حملے کئے۔ تمام عرب کے قبائل کو آپؐ کے خلاف بھڑکایا اور عظیم الشان فوجوں کے ساتھ آپؐ کو تباہ کر دینا چاہا مگر یہ دنیا کا عظیم المرتبت انسان ایسے گھبرا دینے والے اوقات میں ایک لمحے کے لئے بھی اپنے آقا کو اور اسکے نام کی اشاعت کو نہ بھولا۔ جب ایک ہزار مسلح بہادر ۳۱۳ نہتے اور کمزور مسلمانوں پر تلواریں کھینچے کھڑے تھے بچاؤ کی اور کامیابی کی کوئی شکل نظر نہ آتی تھی اُسوقت بھی اس انسانِ کامل کے منہ سے نکلا تو یہی نکلا کہ "یا الٰہی! اگر آج ان مٹھی بھر مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی متنفس باقی نہیں رہے گا۔" اس دعا کے نتیجہ میں خدا اپنے فرشتوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا اور تمام جبارانِ قریش کے سر آمنہ کے یتیمؐ کے پاؤں میں پڑے تھے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنگ کے میدان میں نہایت مجبوری اور نہایت کراہت کے ساتھ اُترنا پڑا۔ اگر مکہ کے کافر عرب کے قبائل اور مدینہ کے یہود زبردستی آپؐ کو جنگ میں نہ دھکیلتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری عمر نہایت خوشی و اطمینان کے ساتھ ایک مبلغِ اسلام کی حیثیت میں گزار دیتے لیکن جب جنگ کے بادل چھٹ گئے، کچھ مخالفین مٹ گئے، کچھ دشمنوں نے صلح کر لی، کچھ معاندوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھوڑا بہت امن مل گیا تو پھر آپ بدستور نہایت زور شور اور نہایت انہماک کے ساتھ تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے فراغت کے فوراً بعد آپؐ نے نہایت تیزی کے ساتھ ملکوں کے بادشاہوں، قبیلوں کے سرداروں، علاقوں کے حاکموں اور ریاستوں کے والیوں کے نام تبلیغی خطوط لکھے اور انکو خدا کی طرف بلایا۔ فتح مکہ کے بعد اس سلسلہ کو آپؐ نے اور وسعت دی اور کوئی قبیلہ ایسا نہ چھوڑا جس میں خدائے واحد کی تبلیغ کے لئے اپنے آدمی روانہ نہ کئے ہوں۔ اس دوران میں اسلام لانے یا اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کرنے یا باہم مناظرہ اور مباحثہ کرنے کے لئے بکثرت افراد وفود کی شکل میں اور علیحدہ علیحدہ بھی آپؐ کے

پاس آئے۔ آپ محض خدا کا نام اُن تک پہنچانے اور اُن کو حق کی تبلیغ کرنے کے لئے ان تمام لوگوں سے نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئے، ان کی بہتر سے بہتر مہمانداری کی، ان کے قیام وطعام اور آرام کا خاص طور پر خیال رکھا اور روانگی کے وقت ہر ایک کو انعامات سے نوازا۔ یہ سب کچھ آپؐ نے محض خدا کا نام بلند کرنے کے لئے کیا، ورنہ آپؐ کا اس میں کوئی ذاتی فائدہ ہرگز نہ تھا۔ خدا کا نبی اپنے خادموں کو دن بھر ہزاروں لاکھوں درہم تقسیم کرنے کے بعد رات کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ بھوکا ہی سوتا تھا اور گھر کا چولھا مہینوں آگ کی شکل نہ دیکھتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غذا یا ذکر الٰہی تھی یا تبلیغ دین، اِسی میں آپؐ کو سکون ملتا تھا اور اسی میں آپؐ راحت پاتے تھے۔

خدا کے نام کی اشاعت آپؐ کی پاک زندگی کا ایسا ضروری جزو ہو گئی تھی کہ آپؐ اسے کسی وقت اور کسی لمحہ بھی نہیں بھولتے تھے اور نہ خدا کا نام لئے بغیر آپؐ کو چین ملتا تھا۔ خدا کے ذکر کے لئے کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے۔ خدا کے ذکر میں محویت آپؐ کو دنیا کے ہر کام سے بے نیاز کر دیتی تھی۔ آپؐ کی کوئی حرکت اور آپؐ کا کوئی کام خدا کا نام لئے بغیر اور اس سے امداد واستمداد چاہے بغیر نہ ہوتا تھا۔ ہر کام اور ہر بات میں سب سے مقدم آپؐ خدا کو رکھتے تھے۔ صبح کو سو کر اُٹھنے سے رات کو سونے تک جس قدر چھوٹے بڑے، ادنیٰ واعلیٰ، معمولی اور غیر معمولی کام آپؐ کرتے خدا کا نام لے کر کرتے۔ ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرتے، ہر موقع پر خدا سے دُعا مانگتے یہاں تک کہ پانی پینے، کھانا شروع کرنے، کھانا ختم کرنے، گھر میں داخل ہونے، گھر سے نکلنے، مسجد میں جانے، مسجد سے باہر آنے، وضو کرنے، اذان سُننے، سفر پر روانہ ہونے، سفر سے واپس آنے، ایک دوسرے سے ملنے، ایک دوسرے سے جُدا ہونے، اچھی چیز دیکھنے، بُری چیز سے بچنے، ہر بُرائی اور شر سے محفوظ رہنے، علم حاصل کرنے، جہالت سے بچنے، بازار میں جانے، سودا خریدنے، خوش کن اطلاع ملنے، بُری خبر سُننے، قرض سے بچنے، بیماریوں سے محفوظ رہنے، غسل کرنے، جوتے میں پاؤں ڈالنے، نیا کپڑا پہننے اور رفع حاجت کے لئے جانے کے وقت کی دُعائیں بھی کتب احادیث میں لکھی ہوئی ہیں۔ غرض آنحضورؐ نے انسان کے پیدا ہونے سے اس کے مرنے تک کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جس کے لئے دعا کی تلقین نہ کی ہو۔ اسی لئے تو کافر کہا کرتے تھے کہ "محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے" اور بلاشبہ انکا یہ کہنا ہر طرح ٹھیک تھا۔ انتہا یہ ہے کہ وفات کے وقت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں اور حضورؐ کی زبان پر اللہ ہی کا نام تھا اور اَللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ کہتے کہتے آپؐ کی پاک اور مقدس روح اپنے محبوب کے حضور میں حاضر ہو گئی۔ خدا کے ہزاروں ہزار درود وسلام اُس وجود اقدس واعلیٰ پر ہوں جو اپنی بعثت سے اپنے وصال تک خدا کی یاد، اس کے نام کی اشاعت اور اس کے دین کی تبلیغ سے غافل نہیں رہا اور جس نے اپنی تمام راحت، اپنا تمام آرام، اپنی تمام عزت اور اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اشاعتِ توحید اور اعلائے کلمۃ الحق کیلئے وقف کر دیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

دورِ اوّل کے وہ جلیل القدر صحابی جن کا نام اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے!

(مکرم مسعود احمد صاحب ایم۔اے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کو سورۂ جمعہ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ سے ایک خصوصی نسبت حاصل ہے اور وہ یہ کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کی بعثت ثانیہ آخرین کے گروہ میں کس طرح ہوگی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجلٌ اور رجالٌ من ھٰؤلاءِ کہ جب ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو اہلِ فارس میں سے کوئی شخص یا اشخاص اس کو پھر واپس لے آئیں گے۔ اس اعتبار سے حضرت سلمان فارسی رضؓ کا نام جماعت احمدیہ کیلئے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی علمبردار ہے اور جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فارسی النسل ہیں اپنے اندر ایک خاص پیغام رکھتا ہے۔ لہذا آپ کے حالات اور اوصاف و فضائل سے واقفیت حاصل کرنا یقیناً ہر احمدی کے لئے از بس ضروری ہے۔

آپ ایران کے صوبہ اصفہان کے رہنے والے تھے۔ آپ کا خاندان ایک کھاتا پیتا خاندان تھا اور آپ کے والد قریہ جی اصفہان میں ایک اچھے زمیندار تھے۔ آپ کا قبل از اسلام نام مابہ تھا اور مذہباً آپ پارسی تھے۔ آپ کی نیک طینت کی وجہ سے آپ کے والد کو آپ سے از حد محبت تھی۔ اسی وجہ سے آپ کو گھر سے باہر کے کاموں سے آپ کے والد نے الگ رکھا۔ البتہ گھر میں آتشکدہ کی دیکھ بھال آپ کے سپرد تھی۔ مذہب کی طرف آپ کی طبیعت کے خصوصی میلان کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپ نے اپنے آتشکدہ کی آگ کو کبھی ٹھنڈا نہ ہونے دیا۔

ایک دن آپ کے والد نے آپ کو زمینوں کے کام پر بھیجا۔ راستے میں چند عیسائیوں کو مصروفِ عبادت دیکھ کر آپ کو بہت حیرت ہوئی۔ چونکہ آپ کو ان کا طریقِ عبادت آگ کی پوجا سے بہتر معلوم ہوا اسلئے آپ نے تمام دن عبادت

زمینوں کا کام سرانجام دینے کے ان عیسائیوں کی صحبت میں گزار دیا۔ اُن سے آپ کو علم ہوا کہ اس مذہب کا مرکز ملکِ شام میں واقع ہے۔ جب آپ رات کو گھر لوٹے تو آپ نے باپ کو صاف صاف کہہ دیا کہ عیسائی مذہب آتش پرستی سے ہزار درجہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ والد نے اس پر ناراض ہو کر آپ کو گھر میں مقید کر دیا لیکن آپ اسی ٹوہ میں رہے کہ کسی طرح شام جانے کا موقع مل جائے۔ چنانچہ عیسائیوں کا ایک قافلہ شام جا رہا تھا کہ آپ گھر سے بھاگ نکلے اور اس قافلہ کے ساتھ شام پہنچ گئے۔

گو آپ نے عیسائی مذہب کو قبول کر لیا لیکن آپ کو اطمینانِ قلب حاصل نہ ہوا اور تلاشِ حق کا جذبہ آپ میں بدستور موجزن رہا۔ اُدھر ایسا ہوا کہ وہاں کا اسقف یا بشپ بد اطوار واقع ہوا تھا جس سے آپ کو سخت دُکھ پہنچا۔ یہ بشپ پیسے کا لالچی تھا اور صدقات کو اپنے ذاتی مصرف میں لاتا تھا۔ آپ نے اس کے مرنے کے بعد لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا اور بازپُرس ہونے پر اس کی پرائیویٹ رہائش گاہ میں سونے چاندی سے پُر وہ مٹکے لوگوں کو دکھائے جو اُس نے ناجائز طور پر مشن کے مال پر قبضہ کر کے حاصل کئے تھے۔ اس پر لوگوں نے اس بشپ کی لاش کو بجائے عزت و احترام سے دفنانے کے پہلے مصلوب کیا اور پھر نذرِ آتش کر دیا۔ اس کے بعد جو بشپ مقرر ہوا وہ خدا ترس اور نیک انسان تھا اس کے ساتھ رہ کر آپ کو قدرے تسکین ہوئی۔ جب وہ مرنے لگا تو آپ نے اُس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے ہی جیسے کسی خدا ترس بشپ کا پتہ دے۔ اس نے آپ کو موصل کے بشپ کے پاس جانے کی وصیت کی۔ چنانچہ آپ موصل آ گئے۔ یہ بشپ بھی آپ کی مرضی کے موافق دیندار ثابت ہوا لیکن جب اس کی بھی قضا آئی تو اس نے آپ کو نصیبین کے بشپ کے پاس جانے کی وصیت کی جو کہ ویسا ہی عابد و زاہد تھا۔ اس نے اپنے بعد عموریہ کے بشپ کے پاس جانے کی ہدایت کی تھی۔ لیکن عموریہ کے نیک دل اور نیک صفات بشپ نے آپ کو بتایا کہ اب دنیائے عیسائیت میں کوئی ایسا نیک بندہ نہیں رہا جس کے ساتھ آپ اپنے سلوکِ معرفت کی منزلیں طے کر سکیں۔ البتہ اس نے کہا کہ اب آپ عموریہ میں ہی ٹھہریں جب تک کہ عرب کے ریگستان سے ایک نبی ظاہر ہو۔ اس کی علامات یہ ہونگی کہ وہ ابراہیمی مذہب کی توحید کو مکمل طور پر قائم کرے گا۔ کھجوروں کے مقام کی طرف ہجرت کرے گا۔ اپنے لئے صدقہ نہیں بلکہ ہدیہ قبول کر لیا کرے گا اور جسمانی علامت کے طور پر اس کے شانوں کی پُشت پر اُبھرا ہوا گوشت ہو گا جو اس کی خاتمِ نبوّت کا ظاہری نشان ہو گا۔

چنانچہ آپ کچھ عرصہ عموریہ میں رہے اور بکریوں اور گائیوں کا ایک ریوڑ پال لیا لیکن ساتھ ہی عرب کے ملک میں جانے کے لئے بے تاب رہے۔ آخر آپ کو بنو کلب (جو ایک عیسائی عرب قبیلہ تھا) کے کچھ تاجروں کا ایک قافلہ ملا جو عرب واپس جا رہا تھا۔ آپ نے اپنی بکریاں اور گائیں ان کے سپرد کر دیں اور ان سے کہا مجھ کو اپنے ساتھ لے چلو۔ وہ ایسے دغاباز ثابت ہوئے کہ وادی القریٰ پہنچ کر انہوں نے آپ کو ایک یہودی کے ہاتھ بطور غلام بیچ ڈالا۔

کوئی اور ہوتا تو نہ معلوم کس قدر رنج و افسوس کا اظہار کرتا لیکن تلاشِ حق میں سرگردان سلمانؓ کو یہ غلامی امیدِ جانفزا کی شکل میں نظر آئی۔ کیونکہ اس مقام پر کھجوروں کے جھنڈ تھے۔ آپ نے سوچا کہ عجب نہیں کہ مجھ کو اپنا گوہرِ مقصود یہیں مل جائے۔ اچھا ہوا کہ بنو کلب کے لوگ مجھ کو اپنے ساتھ نہ لے گئے۔ تھوڑے دن بعد آپ کے یہودی آقا کا چچازاد بھائی مدینہ سے آیا اور آقا نے آپ کو اس کے ہاتھ بیچ دیا اور اس طرح مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ جو کہ اس وقت یثرب کہلاتا تھا۔ حضرت سلمانؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کا علم تو ہو چکا تھا لیکن آقا کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے آپ کے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ یہ پتہ کرتے کہ مکہ میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا نہیں۔ لیکن حضرت سلمانؓ کو یہ خبر نہ تھی کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مخفی تار ہی ہیں جو آپ کو کشاں کشاں مدینہ لے آئے ہیں اور اب خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کو مدینہ طیبہ میں منتقل کرنے کے لئے یہاں جلوہ افروز ہونے والے ہیں۔ آخر وہ مبارک ساعت آن پہنچی۔ ایک دن حضرت سلمانؓ اپنے آقا کے باغ میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ آقا کے ایک رشتہ دار نے آ کر کہا کہ بنو قیلہ کے لوگ بھی عجیب ہیں کہ ایک غریب الدیار مکہ کے مدعیِ نبوت کی آمد پر اس کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے یہ الفاظ سنے اور حالت غیر ہو گئی۔ قریب تھا کہ آپ درخت سے گر پڑتے لیکن بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ نیچے اُترے اور اس مہاجر نبی کے بارے میں دریافت کیا۔ آقا نے آپ کو ایک مکا مارا اور کہا تم کو اس سے کیا تم اپنا کام کرو۔

فرصت کے وقت آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ کھجوریں یہ کہہ کر پیش کیں کہ یہ صدقہ ہے جو میں آپ کے لئے اور آپ کے مہاجر ساتھیوں کے لئے لایا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو وہ کھجوریں نہ کھائیں البتہ اپنے بعض اصحاب کو دیدیں۔ حضرت سلمانؓ نے دل میں کہا الحمد للہ یہ ایک اور علامت پوری ہو گئی۔ پھر جب دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو اپنے نذرانہ کو بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشوق خود بھی تناول فرمایا اور تمام اصحاب کو اس میں شریک کیا۔ یہ ایک اور علامت تھی جو پوری ہوئی۔ اب شانوں پر ظاہری نشانِ ختمِ نبوت دیکھنا باقی رہ گیا تھا۔ تیسری بار جب حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ دوسرے لوگوں کی طرح حضورؐ کے ساتھ ساتھ چلنے کے بجائے پیچھے رہنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو القاء ہوا اور آپ سمجھ گئے کہ سلمانؓ کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے لباس کو اس طرح ڈھلکا دیا کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے شانوں پر گوشت کے اُبھرے ہوئے حصے کو دیکھ لیا۔ جونہی اس پر آپ کی نظر پڑی آپ اس حال میں آگے بڑھے کہ آنکھیں اشکبار تھیں اور اس کو چوم لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے سامنے بلایا اور ایک جگہ بیٹھ کر آپ کی ساری سرگزشت سنی اور دوسرے اصحاب کو بھی سنوائی۔

اب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی مراد کو پالیا تھا۔ آن کی آن میں سب کلفتیں دور ہوگئیں۔ مدینہ میں غلامی کی زندگی پر وطن کی ہزار آزادیاں قربان تھیں کہ اس کے طفیل محبوب کے قرب میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اب جلد ہی مسلمانوں کے لئے قربانیاں پیش کرنے کا وقت آگیا اور اس طرح وہ قربانیاں پیش کر کے قربِ الٰہی کی منزلوں کو جلد جلد طے کرنے لگے۔ یعنی کفارِ مکہ نے مدینہ طیبہ پر حملے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں کو بدر و اُحد کے سخت معرکے پیش آئے۔ مہاجرین و انصار بڑھ چڑھ کر دینِ الٰہی کی خاطر حق جاں نثاری ادا کرنے لگے لیکن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان معرکوں میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ آپ آزاد نہ تھے اور آقا کی مرضی کے بغیر کہیں جا نہ سکتے تھے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت فرمائی کہ تم مکاتبت کرلو۔ آپ نے اپنے آقا کے ساتھ تین سو پودے کھجور اور چالیس اوقیہ سونے پر مکاتبت طے کرلی۔ لیکن آپ کے پاس یہ سامان نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے عام اپیل کی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ چنانچہ تمام مسلمانوں نے مل کر تین سو پودے جمع کر دیئے۔ اب اُن کو یہودی کی زمین میں لگانا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ ایک تو سلمان رضی اللہ عنہ جلد آزاد ہو جائیں دوسرے اگر پودے جلد نہ لگائے جاتے تو اُن کے سوکھنے کا ڈر تھا اسلئے آپؐ نے مسلمانوں سے پھر اپیل کی کہ اپنے بھائی کی محنت کے ساتھ مدد کرو۔ چنانچہ تمام صحابہ باغ میں پہنچ گئے۔ اللہ! اللہ! یہ فخر بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہونا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس باغ میں تشریف فرما تھے۔ لوگ آپؐ کو پودے لا لا کر دیتے آپؐ اُن کو اپنے مبارک ہاتھوں سے زمین میں نصب فرماتے۔ یہ واقعہ غور کرنے کے قابل ہے کہ اسوقت مسلمان مدینہ میں اپنی سٹیٹ بنا چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ریاست میں صدرِ جمہوریہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایک عام شہری کی آزادی کے لئے سربراہِ مملکت نہیں بلکہ دو جہانوں کا بادشاہ ایک دوسرے شہری کے باغ میں بطور مزدور کام کر رہا تھا۔ کیسا عظیم الشان شرف ہے کہ جو حق کی تلاش میں فارس سے چل کر آنے والے خوش نصیب سلمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا اور کیسی احسن جزاء ہے جو خدا کی جناب سے اُسے عطا ہوئی۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰلِ محمّدٍ و بارِک وسلّم

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے چند روز بعد سونے کا ایک ڈلا بھی بھجوا دیا۔ یہ ایک شخص بطور ہدیہ لایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو وزن کیا تو وہ چالیس اوقیہ نکلا آپؐ نے سونے کا یہ ڈلا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ چنانچہ اسکو ادا کر کے انہوں نے اپنی آزادی حاصل کرلی۔ اب وہ سفر و حضر دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی سے مشرف ہوسکتے تھے۔

اگرچہ آزاد ہونے کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے لیکن اُن کے لئے سب سے اہم غزوہ احزاب کی جنگ تھی۔ اس غزوہ کا نام جنگِ خندق بھی ہے کیونکہ اس موقع پر مدینہ کے چاروں طرف ایک خندق حفاظت کے لئے کھود دی گئی تھی۔ یہ طریق اس سے قبل عرب میں رائج نہ تھا لیکن عجم میں یہ ایک بہت اچھا دفاع سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ہی یہ مشورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش

کیا تھا اور حضورؐ نے اس کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ مہاجرین و انصار الگ الگ دس دس آدمیوں کی پارٹیوں میں بٹ گئے اور ہر پارٹی دس دس گز کے ٹکڑے کی زمین کھودنے لگی۔ اب مہاجرین اور انصار میں یہ اختلاف ہوا کہ سلمانؓ کس کے ساتھ شامل ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا "سلمان مِنّا اھل البیت" کہ سلمان تو ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ اور اس طرح حضرت سلمانؓ کو یہ فخر بھی حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اپنے اہلبیت میں سے قرار دیا۔ اسی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آزادی کے بعد حضرت سلمانؓ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات قائم فرما دی اور یہ دونوں بزرگ صحابہؓ تمام عمر بھائیوں کی طرح رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہدِ صدیقی اور عہد فاروقی میں حضرت سلمان فارسیؓ جنگوں میں شریک ہوئے۔ خاص طور پر ایرانی جنگوں میں جہاں آپ کی شمولیت ہر دو لحاظ سے فائدہ مند تھی۔ آپ مجاہد بھی تھے اور بطور سفیر بھی خدمات بجا لاتے تھے۔ بعض ایرانی درباروں میں آپ گفت و شنید کے لئے گئے اور اپنے ہم وطنوں کو صلح کی تلقین کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر بنا دیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ بیمار ہوئے، اسی زمانہ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ آپ میں زہد و تقویٰ، سادگی، فیاضی اور علم کے اوصاف نہایت نمایاں تھے۔ چنانچہ تقویٰ اور زہد و قناعت کا یہ عالم تھا کہ رہبانیت سے بچتے ہوئے آپ دنیا سے انقطاع کی آخری حد تک پہنچ گئے تھے۔ یہ آپ کا تقویٰ ہی تھا کہ قبولِ اسلام سے قبل جب ایک بشپ کے اطوار و عادات میں آپ نے حق پرستی نہ پائی تو باوجود عیسائی ہونے کے اس بشپ سے آپ کو نفرت ہو گئی اور پھر ایک بشپ سے دوسرے بشپ کے پاس قریہ بقریہ مارے مارے پھرتے رہے۔ اور جب اسلام میں آپ کو خدا تعالیٰ کا قرب مل گیا تو اس پر کمال استقامت سے قائم رہے۔ اور دنیا کی محبّت ذرّہ برابر بھی آپ کے قریب نہ آئی۔

آپ کے زہد و تقویٰ کا معیار اس قدر بلند تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے اس کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جنّت تین شخصوں کی مشتاق ہے علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ کی۔ بلکہ ایک لحاظ سے آپکو یہ سرٹیفکیٹ بارگاہِ احدیت سے بھی عطا ہوا۔ ایک دفعہ آپ اپنے دینی بھائی حضرت ابودرداءؓ کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ آپ کو کشف ہوا کہ جب آپ کھانا کھاتے ہوئے سبحان اللہ کہتے ہیں تو پیالہ بھی تسبیح کرتا ہے۔ یہ علامت تھی اس بات کی کہ آپ کی تسبیح قبولیت سے سرفراز ہوتی تھی اور "جمالِ ہمنشیں بر من اثر کرد" کے مطابق جہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے وہاں پورے ماحول پر آپ کی موجودگی کا نیک اثر پڑتا تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی سادگی اس درجہ کمال پہ پہنچی ہوئی تھی کہ باوجودیکہ آپ اقتدار و حکومت کے اعلیٰ مناصب مثلاً گورنری وغیرہ سے سرفراز ہوئے لیکن ظاہری تمکنت اور شان و شوکت کا خیال تک آپ کو نہ آیا۔

پانچ ہزار کی تنخواہ کے ساتھ آپ مدائن کی تیس ہزار آبادی پر گورنر مقرر تھے لیکن حالت یہ تھی کہ ایک عبا میں ہی یہ مدت گزار دی۔ ایک دفعہ ایک شخص کو جانور کا چارہ اٹھانے کے لئے ایک مزدور کی ضرورت تھی حضرت سلمان فارسیؓ سادہ لباس میں بازار میں کھڑے تھے وہ سمجھا کہ کوئی مزدور ہے، آپ کو چارہ اُٹھانے کے لئے کہا آپ نے فوراً اٹھا لیا۔ راہ چلتے ہوئے لوگوں نے جو دیکھا تو احترام کے ساتھ آگے بڑھے کہ لائیں ہم آپ کے گھر تک اس بوجھ کو پہنچا دیں۔ وہ سمجھے کہ آپ اپنی ضرورت کے لئے اٹھائے لئے جاتے ہیں۔ اُس شخص نے جو یہ ادب و احترام دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ بہت نادم ہوا اور معافی کا خواستگار، اور کہا لائیے میں خود یہ بوجھ لے جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا میری نیت بخیر ہے اب اپنی نیت کا ثواب تو میں ضرور لوں گا۔ یعنی یہ خدمتِ خلق کا موقع ہے اس کو تو پورا کروں گا۔

وفات کے وقت جب حضرت سعدؓ حاضر ہوئے تو آپ رو رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اے ابو عبداللہ! (یہ آپ کی کنیت تھی) یہ کونسا رونے کا مقام ہے، مبارک ہیں آپ، اب حوضِ کوثر کی ملاقات کا وقت قریب آتا ہے۔ فرمایا کہ موت کے ڈر سے نہیں روتا بلکہ رونا اس بات کا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے عہد کیا تھا کہ دنیوی ساز و سامان ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہیں رکھیں گے لیکن اب دیکھتا ہوں تو اِس قدر سانپ میرے گرد جمع ہیں۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں میں نے سوچا دیکھوں تو کیا کیا سامان انہوں نے جمع کر لیا تھا، تو ایک تسلا، ایک لگن، ایک پیالہ اس وقت آپ کے پاس تھا جن کو آپ سانپ سمجھ رہے تھے۔

فیاضی آپ کا ایک خاص وصف تھا اور آپ دوسروں کو آرام پہنچا کر تسکینِ قلب حاصل کرتے تھے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ مدائن کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ پانچ ہزار آپ کی تنخواہ تھی، وہ ساری راہِ خدا میں اور لوگوں کے آرام میں خرچ کر دیتے، اپنے خاندان کا گزارہ چٹائی بُن کر فرماتے جس کی آمد میں سے صرف ایک تہائی سے اپنی گھریلو ضروریات پوری کرتے، ایک تہائی راس المال میں لگا دیتے اور بقیہ ایک تہائی بھی راہِ خدا میں خرچ کرتے تا کہ چٹائی کی آمد میں بھی خدا کی برکت شامل ہو جائے۔

آپ کے علم و فضل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعریف فرمائی اور کل صحابہؓ اس کے معترف تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمان علم سے لبریز ہیں"۔ چونکہ پہلے آتش پرست تھے، پھر نصرانی بنے اور دونوں صورتوں میں مذہب میں انہماک تھا اسلئے قبل از اسلام مذاہب سے خوب واقف تھے، خاص طور پر انجیل و توریت بشپوں کے پاس رہکر خوب پڑھی تھی، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "سلمان کو علمِ اوّل اور علمِ آخر سب پر عبور تھا، وہ ایسا دریا تھے جو پایا پانی سے نا آشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں سے تھے۔" دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے۔" حضرت معاذ بن جبلؓ نے جو خود صاحبِ علم و کمال صحابی تھے ایک مرتبہ اپنے

ایک شاگرد سے فرمایا کہ علم چار شخصوں سے حاصل کرو، اور ان میں سے ایک حضرت سلمانؓ کا نام لیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو الطفیلؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن عجرہؓ آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ان سب کے پایۂ علم کا بلند ہونا ایک مسلّمہ بات ہے۔ بایں ہمہ کہ آپ نے اپنے ان تلامذہ کے ذریعہ حدیث کے اشاعت پذیر ہونے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں، آپ حدیث کے بیان کرنے میں حد سے زیادہ محتاط واقع ہوئے تھے اسی لئے آپ کی روایات کی تعداد ساٹھ سے تجاوز نہ کر سکی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بعض ایسے شرف حاصل ہیں کہ معدودے چند صحابہؓ کو انہیں آپ کے ساتھ شرکت حاصل ہے:۔

۱۔ پہلا شرف تو یہ ہے کہ آپ زمانۂ قبل از اسلام حق وصداقت کے لئے ایک خاص تڑپ اپنے اندر رکھتے تھے اور اس میں آپ کو فنا کا مقام حاصل تھا حتّٰی کہ آپ نے خدا تعالیٰ کے ساتھ وصال کی خاطر گھر کے عیش و آرام کو خیرباد کہہ دیا، اور جگہ بجگہ روحانی تجربات کرتے رہے۔

۲۔ دوسرا شرف یہ حاصل ہے کہ جبکہ دوسرے صحابہ کبارؓ نے از خود مکّہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے ثواب حاصل کیا خدا تعالیٰ نے اپنے خاص تصرف کے ماتحت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فارس سے خود مدینہ میں پہنچا دیا اور آپ بھی ہجرت للہ وللرسول کی بے انتہا برکات سے من اللہ مستفیض ہوئے۔

۳۔ تیسرا شرف یہ ملا کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر سے متعلق کر دیا۔

۴۔ چوتھا شرف آپ کو یہ حاصل ہے اور غالباً آپ اس میں منفرد ہیں کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی سورۂ جمعہ میں جو پیشگوئی ہے اس سے بھی آپ کا براہِ راست تعلق ہے۔

۵۔ پانچواں امتیاز آپ کو یہ حاصل ہے کہ آپ کی غلامی سے رہائی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اہتمام فرمایا بلکہ اسمیں جو ہاتھ سے کام کرنے والا حصہ تھا اس میں دیگر صحابہ کے علاوہ بنفسِ نفیس خود بھی کام کرتے رہے۔

۶۔ چھٹا شرف یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خاص تقرب حاصل تھا جو ہر صحابی کی قسمت میں نہ تھا حتّٰی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات کے وقت سلمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ ملاقات اتنی لمبی ہو جاتی کہ ہم (یعنی امہات المومنینؓ) کو یہ ڈر ہونے لگتا کہ سلمان کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حصۂ وقت میں بھی تصرف نہ کر لیں جو آپ کی ازواج مطہرات کا حق ہے۔

۷۔ ساتواں آپ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ غیر از خاندان ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے اہلبیت میں شامل فرمایا۔

۸۔ آٹھواں شرف یہ تھا کہ نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کا لحاظ کرتے بلکہ دوسرے صحابہ سے بھی ان کا لحاظ کروایا کرتے تھے حتّٰی کہ ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہم تینوں

کے پاس سے ابوسفیان اپنے زمانۂ جاہلیت میں گزرے جبکہ وہ صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے قبل گفت وشنید کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان تینوں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے قہر کی تلوار اس پر نہ پڑی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ سُن لئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو ایسا نہ کہنا چاہیئے تم قریش کے سردار کے بارے میں ایسے الفاظ مُنہ سے نکالتے ہو۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مذکورہ واقعہ کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں تم نے اُن لوگوں کو ناراض کر کے خدا کو ناراض نہ کر لیا ہو۔ حضرت ابوبکرؓ واپس آئے اور ان تینوں کو منایا تب جا کر آپ کو اطمینان نصیب ہوا۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضرت سلمان فارسیؓ حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے اُس وقت تکیہ لگایا ہوا تھا آپ نے فوراً وہ تکیہ حضرت سلمانؓ کی طرف بڑھا دیا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا؟ کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ اسی طرح مجھ کو تکیہ عنایت فرمایا تھا اور کہا تھا کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس جائے اور میزبان تکیہ لگائے بیٹھا ہو تو اگر وہ اپنا تکیہ آنے والے کو دیدے تو اس طرح تکیہ دینے والے کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

۹ - نویں بات جو حضرت سلمانؓ کا خاص فخر ہے یہ ہے کہ آپکے مشورہ سے خندق کھودی گئی اور اس غزوہ کی کامیابی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور معجزانہ تائیدِ الٰہی کے بعد ظاہری اسباب کے لحاظ سے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے کا بھی دخل تھا۔

۱۰ - دسواں فخر آپ کو یہ حاصل ہے کہ آپ غیر عرب ہوتے ہوئے ایک خاص نعمت سے نوازے گئے اور وہ یہ کہ آپ کی اور چند دوسرے غیر عرب صحابہ کی موجودگی کے باعث مدینہ نہ صرف عربوں کا ہی پول بنا ہوا تھا بلکہ اس کی حیثیت کوسموپولیٹان کی سی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن حضرات کو اپنے سایۂ عاطفت میں پناہ دیکر عملی طور پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ آپ عالمگیر ہادی اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ اِس نکتہ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایسا سمجھا کہ جب آپ سے آپ کے حسب نسب کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اُن زرّین الفاظ میں جواب دیا جو آج بھی اتحاد بین المسلمین کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا نام، حسب نسب سب کچھ سلمان بن اسلام ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؛

احمدیت کے ذریعے رُونما ہونیوالے عظیم الشّان انقلاب کی ایک جھلک

زمین کے کناروں تک اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسکے خوشکن اثرات

جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں اسلام رُوئے زمین پر ہر طرف بڑھ رہا ہے، کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں اسلام کی پیشقدمی نہ جاری ہو اور سعید روحیں اسلام میں داخل ہو ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود نہ بھیج رہی ہوں۔ آج دنیا کے تاریک سے تاریک گوشے بھی اسلام کے نور سے منور ہو رہے ہیں۔ ہر چہار طرف سے اسلام کی فتوحات کی خوشکن خبریں آ رہی ہیں۔ دوسرے مذاہب جو پہلے اسلام کو اپنا شکار سمجھتے تھے اب خود اسلام کی اس یلغار سے خوفزدہ ہو کر اسے "حملہ آور اسلام" کے نام سے یاد کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان انقلاب ہے جو رفتہ رفتہ رونما ہو کر اس دنیا کی کایا پلٹنے کا موجب بنتا جا رہا ہے۔ کون سی سمت ہے جس میں اس کے خوشکن آثار دیکھنے میں نہیں آ رہے ؟ کونسا علاقہ ہے جہاں اسلام آہستہ آہستہ قلوبِ انسانی کو مسخر نہیں کر رہا ؟ کونسا گوشہ ہے جہاں کے رہنے والوں کی صدیوں پرانی اسلام دشمنی اسلام دوستی میں ہی نہیں بلکہ اسلام کی اطاعت گزاری میں تبدیل نہیں ہو رہی ؟ الغرض اسلام کی فتح اور اس کے اقبال کے دن جن کی بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خبر دی تھی آج ہم قریب سے قریب تر آتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم ہی نہیں دیکھ رہے بلکہ ایک دنیا زمانے کی اس نئی کروٹ پر ورطۂ حیرت میں پڑی ہوئی ہے۔ ایسا کیوں ہے ؟ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے نصف صدی قبل دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا ؎

دوستو اُس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی ÷ آئیں گے اِس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

اِک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا ÷ اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

دیں کی نصرت کے لئے اِک آسماں پر شور ہے ÷ اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

اسلام کے باغ پر اب ہوئے سرے سے بہار آ رہی ہے اور نئے شگوفے اور نئے پھل نمودار ہو رہے ہیں ان سے اپنے اور پرائے سب باخبر ہیں اور ان کا تذکرہ دُنیا بھر کے اخبارات میں آئے دن آتا رہتا ہے۔ اس ضمن میں ہم براعظم افریقہ سے متعلق بعض خوشکن اطلاعات جو اسی سال یعنی سنہ ۱۹۶۶ء سے تعلق رکھتی ہیں ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ خدائی وعدوں کے پورا ہونے کا یہ تذکرہ ازدیادِ ایمان کا موجب بنے اور دوسرے بھی ان خدائی وعدوں کی صداقت پر ایمان لائیں۔

گیمبیا میں اسلام کا اثر و نفوذ ——— ۸۰۰ افراد کا قبول احمدیت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلبۂ اسلام کی خبر دیتے ہوئے اپنی کتاب "فتح اسلام" میں مسلمانوں کو خبردار کیا تھا کہ چونکہ آپ راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں اس لئے اب دنیا صداقت کے نشان ہر ایک طرف مشاہدہ کرے گی اور ایشیا، یورپ، امریکہ اور دوسرے علاقوں میں رہنے والوں کے دلوں پر فرشتوں کی فوجیں آسمان سے نازل ہوتی دیکھے گی جو دلوں کو حق کی طرف پھیریں گے اور لوگ خود باطنی تحریک کے نتیجے میں اسلام قبول کریں گے۔ آپ نے دنیا والوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا تھا کہ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور ان کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں مشاہدہ میں نہ آئیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش غیر معمولی طور پر ظہور پذیر نہ ہوئی تو پھر دنیا یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگی کہ کوئی آسمان سے نازل نہیں ہوا۔

اِس اعلان پر نصف صدی سے کچھ زائد عرصہ گزرنے پر آج دنیا میں اسلام کے حق میں جو رَو پیدا ہو چکی ہے اور سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی قیادت میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے جس طرح مشرق و مغرب میں اسلام پھیل رہا ہے وہ فرشتوں کے نزول پر زندہ گواہ ہے حتیٰ کہ اُن علاقوں میں بھی جہاں ابھی تک جماعت احمدیہ کا کوئی مبلغ نہیں ہے لوگ محض باطنی تحریک کے نتیجے میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ ایسے ہی علاقوں میں سے ایک گیمبیا کا علاقہ بھی ہے جو مغربی افریقہ میں واقع ہے۔ عرصۂ دراز سے احمدی مبلغین کو وہاں جانے اور مشن کھولنے کی اجازت نہیں مل رہی تھی تاہم لٹریچر کے ذریعے تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا۔ بالآخر گیمبیا کے تعلیمیافتہ اور فہمیدہ طبقے کی طرف سے وہاں کے اخبارات میں ایسے مضامین شائع ہوئے جن میں حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ احمدی مبلغین اسلام کو گیمبیا آنے اور لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی اجازت دے۔ ہوتے ہوتے یہ مطالبہ اتنی شدت اختیار کر گیا کہ آخر کار وہاں کی حکومت کو احمدی مبلغین کے داخلہ پر سے پابندی ہٹانی پڑی۔ اجازت ملنے سے قبل نیوزی لینڈ کے باشندے مسٹر فشر نے جو آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے مغربی افریقہ میں احمدیت پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے تھے وہاں جا کر یہ اطلاع بھجوائی کہ جماعت احمدیہ کا باقاعدہ مشن نہ ہونے کے باوجود کم و بیش تین سو رجسٹرڈ احمدی گیمبیا میں موجود ہیں۔ چنانچہ چند ماہ قبل نائیجیریا اور پھر غانا کے مقامی مبلغ وہاں دَورے پر بھجوائے گئے۔ اب آخری رپورٹ کے مطابق خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً آٹھ سَو افراد سلسلۂ حقہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

فرشتوں کے نزول کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ محض لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے ہی سینکڑوں کی تعداد میں وہاں لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے اور اب مبلغین کے دَوروں کے نتیجے میں وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تعداد میں خوشکن اضافہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔

۲- نائیجیریا کے جشنِ آزادی میں احمدی مبلّغین کی شرکت

مغربی افریقہ کے سب سے بڑے ملک نائیجیریا کو یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو آزادی ملی۔ اس کے جشنِ آزادی میں وہاں کی حکومت کی دعوتِ خاص پر مسجد احمدیہ ہالینڈ کے امام مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب مع اہلیہ صاحبہ نیز ہالینڈ کی نو مسلم احمدی خاتون بہن ناصرہ زمرمن اور مبلغ غانا مکرم قریشی فیروز محی الدین صاحب نے شرکت کی۔ اس موقع پر مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب اور بہن ناصرہ زمرمن کو ریڈیو پر تقریر کرنے کا موقع دیا گیا۔ علاوہ ازیں بہن ناصرہ زمرمن کو نائیجیریا میں ٹیلیویژن پر ظاہر ہونے کا بھی موقع ملا جس میں انہوں نے اسلام کے متعلق متعدد سوالوں کے جواب دیئے، جس کی وجہ سے وہاں اسلام اور احمدیت کا بفضلہ تعالیٰ خوب چرچا ہوا۔

نائیجیریا کی آزادی کے موقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے مبارکباد کا جو پیغام ارسال کیا گیا اس پر حکومتِ نائیجیریا نے شکریہ کا اظہار کرتے ہوئے جماعتِ احمدیہ کی خدمات کو سراہا اور لکھا:-

"حکومتِ نائیجیریا جماعتِ احمدیہ کی تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔"

یہ دو واقعات بطور مثال درج کئے گئے ہیں ورنہ زمین کے کناروں تک اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے خوشکن اثرات سے متعلق خبریں مختلف ممالک کے اخبارات اور سلسلہ احمدیہ کے رسائل میں اکثر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بعثت کے نتیجے میں اسلام کا خزاں گزیدہ چمن پھر بہارِ جاوداں سے ہمکنار نہیں ہو رہا اور وقتِ خزاں کے جانے کے بعد پھل لانے کے دن از سرِ نو عود نہیں کر آئے۔ یہ آسمانی تقدیر ہے جو وعدہ الٰہی کے بموجب پوری ہو رہی ہے اور بہرحال پایۂ تکمیل کو پہنچ کر رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز ؎

بچوں کا صفحہ

جب ساری دُنیا احمدی ہوگی

(عرفان احمد خان - ربوہ)

میں آجکل جلسہ سالانہ کے انتظار میں گِن گِن کر دن گزار رہا ہوں۔ یوں تو سارا سال ہی جلسہ سالانہ کا انتظار رہتا ہے لیکن خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے اجتماعوں کے بعد تو بس یہ حالت ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کی تاریخیں گھڑی کی چوتھائی میں آ موجود ہوں۔ یہ دن ہیں کہ کٹنے میں نہیں آتے۔ ایک ایک دن پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور پہ نومبر کا مہینہ کھسکنے کا نام نہیں لیتا۔ دل رہ رہ کر یہی کہتا ہے کہ یہ مہینہ تو کبھی ختم ہی نہیں ہوگا۔ خیر جوں توں کر کے مہینہ گزرتا ہے۔ دسمبر شروع ہوتے ہی آس بندھ جاتی ہے کہ جلسہ اب آیا کہ اب۔ بات یہ ہے کہ ربوہ میں دسمبر کے پہلے ہفتہ میں ہی جلسے کے انتظامات کی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے اور ہر طرف جلسے کی آمد آمد کے تذکرے ہونے لگتے ہیں۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کی عظیم الشان برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جلسہ سالانہ جیسی شاندار نعمت عطا ہوئی ہے۔ اس پر ہم جس قدر بھی اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ جلسے کے تین دن بہت بابرکت ہوتے ہیں۔ دور دراز علاقوں سے حتیٰ کہ سمندر پار سے بھی احمدی یہاں کھنچے چلے آتے ہیں اور آتے بھی ہیں ہزاروں ہزار کی تعداد میں۔ جدھر دیکھو احمدی ہی احمدی ہوتے ہیں جلسہ گاہ میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دُنیا یہاں سمٹ آئی ہے۔ نمازوں کے وقت مسجد مبارک میں دیکھو تو تِل دھرنے کو جگہ نہیں۔ جلسے کے اوقات کے بعد گول بازار میں کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ کوئی گھر نہیں ہوتا جس میں کثرت سے مہمان نہ ٹھہرے ہوئے ہوں۔ ہر گھر اپنی جگہ ایک شہر نظر آتا ہے۔ اُدھر ربوہ کی بستی پورے کرۂ ارض کا منظر پیش کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ علاقے علاقے اور مُلک مُلک کے لوگ موجود ہوتے ہیں ایسا شاندار نظارہ ہوتا ہے کہ دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔

اِس نظارہ کو دیکھ کر مَیں اکثر سوچا کرتا ہوں "ایک وقت آئے گا کہ ساری دُنیا احمدی ہوگی۔ مُلک مُلک احمدیوں سے آباد ہوگا خشکی اور تری پر احمدیت چھائی ہوئی ہوگی بس میری دن رات یہی دُعا ہے کہ اے خدا! تو جلد وہ دن لا جب دُنیا کے چپہ چپہ پر وہی منظر نظر آئے جو جلسہ سالانہ ہمیں ہر سال دکھاتا ہے۔ یعنی دُنیا میں بسنے والا ہر فرد بشر احمدی ہو" محمدؐ کا اُمتی اور غلام اور محمدؐ کے بعد احمدؑ کی غلامی پر فخر کرنے والا۔ آمین ٭

احمدی بچّی کی دُعا

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ)

یہ نظم سلسلہ احمدیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ کے لیے ان کے بچپن کے زمانے میں لکھی تھی۔ نظم نہایت اچھی اچھی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ ہر احمدی بچے اور بچی کو اسے زبانی یاد کرنا چاہیئے

الٰہی مجھے سیدھا رستہ دکھا دے ۔۔۔ مری زندگی پاک و طیب بنا دے

مجھے دین و دنیا کی خوبی عطا کر ۔۔۔ ہر اک درد اور دُکھ سے مجھکو شفا دے

زباں پر مری جھوٹ آئے نہ ہرگز ۔۔۔ کچھ ایسا سبق راستی کا پڑھا دے

گناہوں سے نفرت بدی سے عداوت ۔۔۔ ہمیشہ رہیں دل میں اچھے ارادے

ہر اک کی کروں خدمت اور خیر خواہی ۔۔۔ جو دیکھے وہ خوش ہو کے مجھکو دُعا دے

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت ۔۔۔ سراسر محبت کی پُتلی بنا دے

بتوں نیک اور دوسروں کو بتاؤں ۔۔۔ مجھے دین کا علم اتنا سکھا دے

خوشی تیری ہو جائے مقصود اپنا ۔۔۔ کچھ ایسی لگن دل میں اپنی لگا دے

غنا دے، سخا دے، حیا دے، وفا دے ۔۔۔ ہدیٰ دے، تقیٰ دے، لقا دے، رضا دے

میرا نام ابا نے رکھا ہے مریم
خدایا تو صدیقہ مجھ کو بنا دے

فیصلہ جات مجلسِ شوریٰ انصار اللہ منعقدہ ۱۹۶۰ء

مجلس شوریٰ انصار اللہ منعقدہ بموقع سالانہ اجتماع ۱۹۶۰ء نے حسب ذیل فیصلے منظور فرمانے کی سفارش کی تھی چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۷ نومبر ۱۹۶۰ء ان فیصلہ جات کی منظوری عطا فرما دی ہے۔　　(خاکسار محبوب عالم خالد قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

قیادتِ عمومی

۱۔ ازراہ کرم دستور اساسی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں دستور اساسی انصار اللہ میں زیر قاعدہ ۱۱ ب مندرجہ ذیل قاعدہ کا اضافہ منظور فرمایا جائے :-

"صدر مجلس کو اختیار ہوگا کہ ہنگامی ضرورتوں میں مجالس ماتحت کو معین رقوم بطور ہنگامی چندہ جمع کرنے کی اجازت دے۔"

۲۔ نیز دستور اساسی کے قواعد ۲۶ اور ۲۷ میں ترمیم فرما کر مجلس عاملہ ملک / علاقہ اور ضلع کے لئے ہر ماہ کی بجائے ہر تین ماہ میں ایک بار اجلاس ضروری قرار دیا جائے۔

۳۔ دستور اساسی کے قاعدہ ۳۸ میں ترمیم فرما کر مجلس عاملہ مقام کا اجلاس ہر ہفتہ کی بجائے کم از کم پندرہ روزہ ضروری قرار دیا جائے۔ اور

۴۔ دستور اساسی کے قاعدہ ۳۹ سے "ہر ہفتہ کی بجائے" کے الفاظ، جو زائد ہیں، حذف فرما دیئے جائیں۔ اس ترمیم کے بعد قاعدہ کے الفاظ یہ ہوں گے :-

"مجلس عاملہ حلقہ کا اجلاس پندرہ روزہ ہوگا۔ کورم ۱/۲ ہوگا۔"

قیادتِ مال

۵۔ بتفصیل ذیل ۲۱۰۰۰ روپیہ کی آمد و خرچ کا مجوزہ بجٹ منظور فرمایا جائے :-

مجوزہ بجٹ آمد		مجوزہ بجٹ اخراجات	
چندہ مجلس	۱۰،۰۰۰	عملہ	۴،۵۰۰

چندہ تعمیر	۵,۰۰۰	تعمیر	۵,۰۰۰
" اجتماع	۲,۰۰۰	سائر	۷,۵۰۰
" اشاعت لٹریچر	۴,۰۰۰	سالانہ اجتماع	۲,۰۰۰
		امداد مجالس مقامی	۲,۰۰۰
میزان	۲۱,۰۰۰	میزان	۲۱,۰۰۰

قیادتِ اصلاح و ارشاد

۶- اہم مجالس انصاراللہ میں جہاں علم دوست اصحاب کافی تعداد میں ہوں علمی حلقہ جات قائم کئے جائیں جن کے اجلاس ہر تین ماہ میں کم از کم ایک بار منعقد ہوں اور جن میں اہم مذہبی، سماجی اور اقتصادی موضوعات پر تحقیقی مقالے پڑھے جائیں۔

۷- انصار زیادہ سے زیادہ تعداد میں سال میں کم از کم ایک ہفتہ تربیت و اصلاح کے لئے وقف کریں اور ہر مجلس اپنے پروگرام کے مطابق ان سے کام لے۔

۸- ہر مجلس آئندہ سال کوشش کرے کہ اپنے اپنے حلقہ کے جملہ صحابہ کرامؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو دو فوٹو حاصل کرے جن میں سے ایک مرکز کو بھجوا دیا جائے اور دوسرا مقامی طور پر محفوظ رکھا جائے۔

قیادتِ خدمتِ خلق

۹- آئندہ سال ایک ہزار انصار فرسٹ ایڈ اور پچاس انصار کمپاؤنڈری کا امتحان پاس کریں تا خدمتِ خلق کا یہ پہلو (بیماروں کی خدمت) تشنہ نہ رہے۔

۱۰- ربوہ، کراچی، لاہور، سیالکوٹ، کوئٹہ، اور راولپنڈی میں سال میں دو مرتبہ فرسٹ ایڈ ٹریننگ کلاس کھولی جائے، جن میں انصار کو فرسٹ ایڈ سکھا کر محکمانہ سندات دلائی جائیں۔ ان مقامات کے علاوہ کسی اور مقام پر بھی اگر ایسی تربیت کا انتظام ہو سکے تو اس کا اہتمام کیا جائے۔

قیادتِ تعلیم

۱۱- جہاں حکومت کی طرف سے تعلیم بالغان کے سلسلہ میں کوشش ہو رہی ہو وہاں انصار حکومت سے اس کام میں ہر طرح تعاون کریں اور جہاں ایسا انتظام ابھی تک نہ ہو وہاں انصار اپنے طور پر تعلیم بالغان کے مراکز کھولیں اور حکومت کے متعلقہ محکموں کا تعاون حاصل کریں۔

مجلس انصار اللہ مرکزیہ

انصار اللہ اور خدمتِ خلق

۱۔ اسلام صفائی پر بڑا زور دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ یعنی ہر قسم کی گندگی سے بچو۔ پس اپنے جسم، لباس، گھر اور ماحول کو صاف رکھیئے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے رہیئے۔

۲۔ مکھی اور مچھر انسان کے دشمن ہیں۔ بیماری پھیلاتے ہیں انکے انسداد کی تدابیر اختیار کرنے کی تحریک کرتے رہیئے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس کا ترجمہ فرماتے ہیں "پس (اُن احسانوں کے نتیجہ میں جن کا ذکر پہلی آیات میں ہے) تو بھی یتیموں کو اُبھارنے میں لگا رہ اور سوالی کو تو جھڑک مت"۔ اور اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں "یعنی ان کی حالت ایسی نہ ہو کہ وہ سمجھیں کہ ہم لوگوں کے صدقوں سے پل رہے ہیں جس سے ان کی ہمتیں مر جائیں۔ بلکہ لوگ ان کو اپنے عزیزوں کی طرح پالیں، جس سے ان کی ہمتیں بلند رہیں جیسا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا کہ گو آپ بھی یتیم تھے مگر آپ کو آپ کے دادا اور آپ کے چچا نے بیٹوں سے بھی ابھار رکھا۔ پس فرماتا ہے کہ ایسی کوشش کر کہ لوگ یتیموں کو عزیزوں اور قریبیوں کی طرح سمجھیں اور یتیموں کے احساسات کو کبھی صدمہ نہ پہنچے بلکہ وہ ہمیشہ بلند ہوتے رہیں"۔

اسلام کے اس حکم پر توجہ سے عمل کیجئے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے رہیئے۔

(ظہور احمد قائد خدمتِ خلق انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

علمی مقالہ کا انعامی مقابلہ

انصار اللہ کے سالانہ اجتماع پر حاضر مجالس سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ علمی مقالہ کے تحریری انعامی مقابلہ میں شرکت کے خواہشمند انصار کے اسماء دفتر میں دے دیں لیکن افسوس ہے کہ اس موقع پر صرف دو نام موصول ہوئے۔ جملہ مجالس سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے مقام پر تحریر کا ذوق رکھنے والے انصار کو اس مقابلہ میں شرکت کی تحریک فرمائیں اور جو آمادہ ہوں اُن کے اسماء سے شعبہ مذکور کو اطلاع دیں۔

مشتاق احمد باجوہ
قائد اصلاح و ارشاد انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخفی تبدیلی نہیں نمایاں تبدیلی مطلوب ہے

,, میں اپنے نفس میں انتہا درجے کا جوش اور درد پاتا ہوں گو وہ وجوہ نامعلوم ہیں کہ کیوں یہ جوش ہے ۔ مگر اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں رک نہیں سکتا اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھیں کہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو اور ان پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو . . . . میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا نمایاں تبدیلی مطلوب ہے ،،

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۴۲)

ہمہ تن نماز ہو جاؤ !

,, اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق اور حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہو جاؤ اور ایسے کاربند کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں ،،

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۶۳)

نصرت آرٹ پریس ربوہ